بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

رسالہ تشحیذ الاذہان

دارالامان قادیان

یہ رسالہ ہر مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

جلد ۱۵	بابت ماہ فروری ۱۹۲۰ء مطابق جمادی الاول ۱۳۳۸ھ	نمبر ۲

فہرست مضامین

باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر پبلشر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چودھری عبدالسلام پبلشر نے شائع کیا

قیمت سالانہ عوام سے عہ غیر ممالک سے ۓ طلباء سے عہ

ابھی تشحیذ کا قرض نہیں اوترا

مکرمی ناظر صاحب تالیف و اشاعت پانچ چھ مرتبہ حسب منشائے حضرت خلیفۃ المسیح اپیل کر چکے ہیں۔ پھر جلسہ سالانہ کے اجتماع پر ایک خاص اشتہار بعنوان "یکہزار احمدی کی ضرورت" شائع کیا گیا۔ دیواروں پر چسپاں ہوا۔ کمروں میں پہنچایا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے بکمال مہربانی سفارش فرمائی۔ اور ارشاد کیا۔ کہ تشحیذ کی خریداری کیطرف توجہ چاہیئے۔ اور قرض کے ادا کرنیکے لئے جو تحریک میں نے کروائی تھی۔ اسکی طرف بھی متوجہ ہوں۔ اس کے بعد اب میرا کچھ عرض کرنا لاحاصل ہے چنانچہ میں نے ارادہ کر لیا تھا۔ کہ اب اسبارے میں کچھ نہ لکھونگا۔ مگر اگلے دن مخدوم و مکرم جناب ماسٹر عبد المغنی صاحب ناظر بیت المال نے مجھے بکمال یقین و اطمینان فرمایا۔ کہ آپ کا قرض تو ادا ہو گیا اور خریدار بھی کافی ہو گئے ہونگے۔ لیکن جب میں نے انہیں بتایا۔ کہ جلسہ پر صرف تین روپے اعانت ہوئی۔ وہ بھی دو روپے معرفت دفتر محاسب بذریعہ ڈاک۔ تو ان کو تعجب ہوا۔ ممکن ہے بعض اور دوستوں کو بھی یہ خیال ہو۔ کہ اب تشحیذ کا قرض اتر چکا ہوگا۔ اسلئے مزید اعانت کی ضرورت نہیں۔ اسلئے میں اطلاعاً گذارش کرتا ہوں۔ کہ جلسہ سے پہلے دو سو روپے اس مد میں وصول ہوئے تھے۔ اس کے بعد تا حال ۵ روپے سے زیادہ اعانت نہیں۔ ابھی پونے تین سو روپے کی مزید ضرورت ہے۔ اور خریدار بھی اتنے نہیں۔ جو ان کی آمد سے اخراجات رسالہ باوجود سخت کفایت و باوجود نہ ہونے کسی محرر کے پورے کئے جاسکیں۔ پس احباب کی خاص اور فوری اور پر جوش توجہ کی ضرورت ہے۔

ختم نبوت مفت

مولوی عبید اللہ صاحب مبلغ ماریشیس کا ایک مضمون ماہ اکتوبر کے تشحیذ میں چھپا ہے۔ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آسکتا ہے۔ اور مخالفین نبوت کی بندش کے جو دلائل پیش کرتے ہیں۔ اُن کا جواب دیا ہے۔

یہ رسالہ مفت فی جلد ۲ محصول ڈاک کے حساب سے دفتر تشحیذ سے منگوالیں۔

اور شیخ مشتاق حسین صاحب (راولپنڈی) کی فیاضی کے مشکور ہوں۔

تصحیح ۔ پہلا صفحہ پر حسن نظامی کی قدردانی کی بجائے قرآن دانی پڑھا جاوے اور دوسری سطر کی بجائے ۱۹ سطر ۲۰ اور صفحہ ۱۲ پر [illegible]
[illegible] ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ فروری ۱۹۲۹ء

رسالہ استانی

اور

خواجہ حسن نظامی کی قرآن دانی

ہندوستان میں بہت سے انشاپردازوں نے خواتین کے اصلاح حال کیلئے رسالے اور اخبار جاری کیئے۔ مگر انصاف کی بات یہ ہے۔ کہ اس کام کیلئے جناب سید ممتاز علی صاحب ہی موزون ثابت ہوئے۔ خواجہ حسن نظامی ملک کے مشہور ادیبوں سے ہیں۔ آپ ہر سال ایک نیا رنگ بدلتے ہیں۔ کبھی پالیٹکس میں دخل دیتے ہیں۔ کبھی مذہب میں۔ جب دونوں جانب سے ناکامی کا سامنا ہوا۔ تو مرشد بن بیٹھے۔ مگر کاغذی مرشد کب تک۔ آخر اب

بقیہ کے مدیر

خواجہ بانو کے نام سے رسالہ اُستانی جاری کر دیا۔ اس کے مضامین بتا رہے ہیں۔ کہ خواجہ صاحب کو اپنی نسبت غلط فہمی ہوئی۔ اسوقت ربیع الاول کا نمبر میرے سامنے ہے۔ اس میں ایک نامہ نگار نے "مسلمان عورت" کے نام سے ایک مضمون لکھا ہے۔ آپ کا طرز خطاب ملاحظہ ہو:-

"اے عورت! سب سے قبل تیری ہی گود میں مَیں نے اللہ کو پہچانا ..... پھر حیف ہے۔ کہ تو ہی اس خدائے پاک کا نام بھُلادے۔ تیری ہی زبان اس کے ذکر سے غیر مانوس ہوجائے۔ ..... میں یہ کیا سُن رہا ہوں۔ کہ اب تمہارے ہی وہ کان خدا کے ان احکام سے غیر مانوس ہوتے جاتے ہیں۔ ..... سچ بتانا۔ کہ وہ کلام الہیٰ جو محض نمائش کے لئے تمہارے جہیزوں میں تمہیں ملا تھا۔ ..... کبھی کھولکر دیکھا اور سمجھا۔ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہے۔ ..... میں خدا کے صرف چند احکام جو عورتیں (عورتوں ہوگا۔ راقم) کے متعلق ہیں تمہیں سُناتا ہوں۔"

یہ عبارت پڑھتے ہی مضمون نگار کا تصوّر جو ذہن میں آتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ماشاءاللہ آنجناب کو قرآن و حدیث پر پورا عبور ہے۔ علم دین میں گھُلے جا رہے ہیں۔ ہر وقت تلاوت قرآن مجید و مطالعہ صحاح ستّہ آپ کا شغل ہے۔ اس لئے آپ کو اس بات کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ کہ وہ اپنی ماؤں کو جن کی گود میں سب سے پہلے اللہ کو پہچانا۔ اے عورت کہہ کے پکاریں۔ اور ڈانٹیں۔ کہ تم نے کبھی کلام الہیٰ کو کھول کر بھی دیکھا؟

لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی جب میں "خدا کے چند احکام سُناتا ہوں" سے نیچے کلام الہیٰ بخط جلی لکھا ہوا دیکھتا ہوں۔ اور پہلا حکم یہ درج پاتا ہوں:-

"جنّت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے"

"سب سے اچھا مرد وہ ہے۔ جو اپنی عورتوں سے اچھی طرح پیش آتا ہے"

"علم حاصل کرنا مرد و عورت دونوں پر یکساں فرض ہے"

"عورت اپنے خاوند کے گھر کی شہنشاہ ہے"

"دنیا میں مسّرت و امتنان کی کمی نہیں۔ اور اس کا سب سے اچھا ذریعہ باعصمت بیوی ہے"

یا الٰہی! یہ کیا قیامت ہے۔ اور علم دین پر کیسی آفت ہے۔ کہ ایک شخص خود تو اسقدر جہل مرکب میں مبتلا۔ کہ قرآن وحدیث میں تمیز نہیں۔ اور اپنی ماؤں کو ڈانٹتا ہے۔ کہ تم قرآن مجید کھول کر بھی نہیں دیکھتیں۔ اچھا صاحب! آپ تو ہر وقت قرآن مجید تلاوت فرماتے رہتے ہیں۔ فرمائیے:۔

"جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے" کس آیت کا ترجمہ ہے؟ اور علم حاصل کرنا مرد وعورت پر یکساں فرض ہے" یہ آیت کس سورت میں ہے؟۔ میں تو سمجھتا ہوں آپ آیت تو درکنار۔ اسے حدیث صحیح سے بھی ثابت نہیں کر سکینگے۔ پہلے پہلے تو میں نے بہت حسن ظن سے کام لینا چاہا۔ اور گمان کیا۔ کہ قول الرسول چونکہ ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی کے سرچشمہ سے ہے۔ اس لئے غالباً اسے کلام الٰہی کے ذیل سے لکھدیا ہے۔ مگر آپ کو ان فقرات کے کلام اللہ قرآن مجید کا حصہ ہونے پر بوجہ جہل مرکب ایسا یقین ہے۔ کہ آپ لکھے لکھا کر فرماتے ہیں۔ یہ تو صرف چند آیتوں کے ترجمے دئے گئے ہیں۔ حضرت! خدا نہ کرے۔ کہ آپ کو ایسی چند اور آیات کا ترجمہ دینے کی توفیق حاصل ہو۔ ورنہ غضب ہی ہو جائیگا۔ ممکن ہے۔ ہمارے فاضل ایڈیٹر اصلاح حق شگفتہ کا دعوےٰ دائر کر دیں۔ اور پکار اُٹھیں۔ کہ غار میں جس چالیس پاروں کے قرآن کا پتہ دیا جاتا تھا۔ اسکی چند آیات پبلک میں آگئیں۔ اور اہلسنت کے پرچوں میں اس کا ترجمہ بھی چھپنے لگا۔ اور یہ کسی جاہل مسلمان کا کام نہیں۔ بلکہ سات کروڑ مسلمانوں کے قائمقام حلقہ نظام المشائخ کے روح رواں حضرت خواجہ حسن نظامی کے خدمات خصوصیہ درباره قرآن حمید کا اونےٰ کرشمہ ہے۔

ممکن ہے کوئی صاحب کہدیں۔ کہ کاتب کی غلطی سے کلام الرسول کا ہیڈنگ رہ گیا۔ لیکن "تبیر" مارہروی نے کسی قسم کی بدگمانی کا موقعہ رہنے ہی نہیں دیا۔ آپ فرماتے ہیں۔ "یہ تو" صرف چند آیتوں کے ترجمے دئے گئے ہیں" پھر ارشاد ہوتا ہے "خیر یہ تو خدا کا کلام تھا۔ اب اس انسان کا کلام بھی سُن لو۔ جس نے اپنی سچائی کا ثبوت تمام عالم کو دیدیا" بلکہ اس کے بعد اقوال الرسول کا عنوان جمایا ہے۔ اب فرمائیے۔ کاتب کی فروگذاشت کیونکر ہو سکتی ہے

نامہ نگار صاحب بھول گئے تھے۔ تو حضرت خواجہ حسن نظامی ہی دیکھ لیتے۔ مگر رقص ... کی یاد اور گریموفون کے شور و غوغا میں پتّو اور مجّن پر طبع آزمائی کرنے سے کبھی فرصت ہو۔ تو قرآن مجید بھی دیکھیں میرے خیال میں اگر غیرت ہوگی۔ تو آئندہ کبھی مذہب اور مذہب اسلام کا نام اپنے مضامین میں نہ لینگے اور جس احاطہ میں کام کر سکتے ہیں۔ اسی میں اپنے قلم کی جولانیاں دکھائینگے۔ مذہب کا "خشک مضمون" ہم وابستگان دامن مسیح موعودؑ کے لئے رہنے دو۔ اے دنیا کے فرزندو! کہ تم اس میدان کے مرد نہیں۔ یہ دشت پیمائی باوجود آبلہ پائی کچھ ہم وارفتگان محبوب لم یزلی ہی کر سکتے ہیں ؎

امام ابوحنیفہؒ کا سال وفات

صحیح حدیث میں

امام ہمام نعمان بن ثابت کی فضیلت سے کس مسلمان کو انکار ہو سکتا ہے۔ آپ کی خدمات دربارۂ مسائل فقہیہ مسلّم ہیں۔ آپ کے متبعین کی بہت بڑی تعداد اس وقت دنیا پر موجود ہے۔ اور یہی امر آپ کی بزرگی کے اظہار کیلئے کافی ہے۔ مگر ہمارے حنفی بھائی خواہ مخواہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کا نام۔ کام۔ مقام۔ حتےٰ کہ سال ولادت سال وفات دکھانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ایک معتبر کتاب میں یہ حدیث میری نظر سے گذری ہے۔ یرفع زینة الدنیا سنة خمسین ومأة۔ اس عربی جملے کو بڑے زور شور سے حدیث رسولؐ بیان کیا ہے اور پھر لکھا۔ کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ پھر یہ دعویٰ کیا ہے۔ کہ زینة الدنیا سے مراد حضرت نعمان بن ثابت امام اعظمؒ کوفی ہیں۔ کوئی پوچھے کیوں؟ یہ کسطرح ثابت ہوا۔ اور کیونکہ محض زینة الدنیا زبان سے نکلتے ہی حضرت امام ابوحنیفہؒ کا تصور آجاتا ہے۔ تو سوا اس کے کیا کہا جائے۔ کہ حدیث کے معنے کرنیوالے کا حسن اعتقاد جو دوسرے پر حجت نہیں ہو سکتا۔ پھر شاید شارح حدیث کو چند آیات قرآنی کھٹکتی ہیں۔

(۱) المال والبنون زینة الحیٰوة الدنیا والباقیات الصّٰلحٰت خیر عند ربک ثوابا وخیر عملا ؎

(۱) واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون وجهه ولا تعد عيناك عنهم تريد زينة الحيوٰة الدنيا ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هوٰه وكان امره فرطا۔

(۲) انا جعلنا ما على الارض زينة لها لنبلوهم ايهم احسن عملا۔

اس لئے آپ فرماتے ہیں

"حدیث شریف کی پیشگوئی پوری ہو گئی۔ کہ دنیا کی زینت یا یوں کہو کہ اس کی برکت ۱۵۰ھ ہجری میں جاتی رہیگی"۔ (کیونکہ یہ سال وفات امام ابوحنیفہؒ ہے)

دنیا کی زینت کے معنے "دنیا کی برکت"۔ اور پھر حدیث میں سنۃ خمسین ومائۃ جو فرمایا۔ تو اس سے مراد ۱۵۰ھ ہجری ہے۔ خوب! کوئی پوچھے کہ رسول اللہؐ کے زمانہ میں ہجری سنہ کب رائج تھا۔ جب اس سنہ ہجری کا نام ونشان ہی نہیں تھا۔ تو اس سن میں کسی واقعہ کی خبر دینے کے کیا معنے ہو سکتے ہیں۔ اور کیا؟ سوا اس حدیث کے کوئی اور نظیر ایسی حدیث صحیح سے پیش کیجا سکتی ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے سنۃ فرمایا ہو۔ اور اس سے مراد یہ سنہ ہجری ہو۔ جو حضرت عمرؓ کے وقت میں رواج پذیر ہوا۔ میں علمائے حنفیہ سے درخواست کرونگا۔ کہ وہ اس قسم کی رکیک تاویلات سے اپنے آپ کو اضحوکۃ العقلاء نہ بنائیں۔ ورنہ ایک مسلم ان کے علم وعقل کے مرقد پر تبسم کے دو پھول چڑھانے کے سوا کیا کر سکتا ہے۔

فائدہ جلیلہ - بہرحال یہ جملہ حدیث ہے۔ اور حدیث بھی صحیح۔ اور اس سے حضرت امام ابوحنیفہؒ زینۃ الدنیا ثابت ہوتے ہیں۔ تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ ہم تو خوش ہیں۔ کہ اس سے ایک مسئلہ متنازعہ کا فیصلہ ہوتا ہے۔ وہ کیا؟ رفع کے معنے موت۔ یرفع زینۃ الدنیا کے معنے بیان کئے جاتے ہیں۔ زینۃ الدنیا یعنی امام ابوحنیفہؒ فوت ہو جائینگے۔ مسلّم۔

پس حضرات! اگر حضرت عیسےٰ بن مریم کے لئے رفعه الله آئے۔ تو اس کے معنے بھی یہی کیجئے۔ کہ اللہ نے عیسےٰ علیہ السلام کو اٹھا لیا۔ یعنی وفات دیدی +

(الکمل)

شیعہ نے غلط حوالہ دیا

(نمبر۲)

تشحیذ ماہ نومبر میں شیعہ مضمون نگار کی بے دیانتی دکہائی جاچکی ہے۔ ایک حوالہ اہل سنت کے مقابلہ میں صحیح البخاری سے پیش کیا۔ کہ حضرت عمرؓ نے سید ولد آدم آنحضرت صلعم کے بابت کہا۔ "یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔"

لیکن جب پوچھا گیا۔ کہ صحیح البخاری کتاب المرضیٰ میں کہاں لکہا ہے۔ تو ارشاد ہوا۔ کہ آپ نے اچھی طرح دیکہا نہیں۔ پارہ ۱۸ میں کتاب المرضیٰ دیکہئے۔ یک نہ شد دو شد۔ پہلے کتاب المرضیٰ تو مل گئی تہی اور اس میں حوالہ نہ ملا تہا۔ مگر اب پارہ ۱۸ کا حوالہ جو دیا۔ تو اس میں کتاب المرضیٰ ہی ندارد۔ حوالہ کا تو کیا مذکور۔ اسپر ستم یہ کہ افترا پردازی کا الزام مجہ پر۔ یہ تو حضرت اصلاح کی کارروائی ہے۔ اب اس کے برادر خورد مدیر البرہان کی کارستانی ملاحظہ ہو۔ آپ اپنی تصنیف منیف صراط السوی میں لوگوں کو یوں گمراہ فرماتے ہیں۔ کہ صفحہ ۳۵۸ پر مندرجہ ذیل عبارت لکہتے ہیں:-

"من ولد فاطمہ جدہ الحسین بن علی و والدہ الحسن العسکری ابن الامام علی النقی ابن الامام محمد ن التقی ابن الامام علی الرضاء ابن الامام موسی الکاظم ابن الامام جعفر ن الصادق ابن الامام محمد ن الباقر ابن الامام زین العابدین علی بن الحسین بن الامام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم یواطی اسمہ اسم رسول اللہ"

اور ارشاد یہ ہے۔ کہ شیعوں کے بارہویں امام محمد بن حسن العسکری کو کئی علمائے اسلام و محققین اہل سنت نے مہدی موعود مانا ہے۔ منجملہ ان کے شیخ ابن عربی اور مولانا جامیؒ کا نام نامی بھی ہے۔

اب ہم ناظرین سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ کتاب فتوحات مکیہ کا صفحہ ۳۶۴ جزو ثالث باب ۳۶۶ فی معرفۃ وزراء المہدی الظاہر فی آخر الزمان بشر بہ رسول اللہ صلعم

ملاحظہ فرمائیں۔ وہاں اصل حوالہ یوں ہے۔

"من ولد فاطمہ جدہ الحسن بن علی یواطی اسمہ اسم رسول اللہ صلعم ویبائع الناس بین الرکن والمقام"

اس عبارت کو جس میں آنے والے مہدی کو حسن بن علی کی اولاد سے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے۔ کس دیدہ دلیری سے حسین بن علی کر دیا گیا ہے۔ تاکہ شیعوں کے اس مشہور و مقبول عقیدہ کو مدد پہونچے۔ کہ آنیوالا مہدی حسین بن علی کی اولاد سے ہوگا۔ (کیونکہ حضرت حسن سے شیعہ بوجہ صلح حضرت معاویہ ناراض ہیں۔ اور نہیں چاہتے۔ کہ ان کی اولاد سے کوئی بھی امام ہو) اور پھر اسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ اپنے بارہ اماموں کے اسمائے گرامی بھی بڑھا دئے ہیں۔ تاکہ شیعیت ابن عربی کے نام سے بہت سے قلوب پر چھا جائے۔

اسی طرح مولانا جامیؒ کی شواہد النبوۃ مطبوعہ نولکشور کا صفحہ ۲۱۶ ملاحظہ ہو۔ جس میں فتوحات کی تقریر کو ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے۔

من ولد فاطمہ رضی اللہ عنہا یواطی اسمہ اسم رسول اللہ صلعم وکنیتہ کنیت جدہ الحسن بن علی یبائع بین الرکن والمقام

دیکھئے یہاں بھی حسن بن علی کی اولاد سے لکھا ہے۔ نہ کہ حسین بن علی۔ مگر شیعہ صاحب ہیں۔ کہ ہمیں فتوحات کے حوالہ سے حسین بن علی سنائے جا رہے ہیں۔ حالانکہ فاضل دیار بکری صاحب تاریخ خمیس بھی قال صاحب الفتوحات المکیۃ فی ذکر المہدی کے ماتحت لکھتے ہیں۔

من ولد فاطمہ اسمہ اسم رسول اللہ صلعم وکنیتہ۔ کنیتہ جدہ حسن بن علی یبایع بین الرکن والمقام (تاریخ خمیس جلد ۲ مطبوعہ مصر ص ۳۲۱)

فتوحات کے اسی حوالہ کے متعلق حج الکرامہ میں جو بحث ہے۔ وہ برادر مکرم منشی خادم حسین صاحب کے اصل الفاظ میں ملاحظہ ہو۔

تیسری شہادت۔ نواب صدیق حسن خان حج الکرامہ میں اسی حوالہ کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

محمد بن عربی طائی حاتمی اندلس در باب سہ صد و شصت و شش از فتوحات مکیہ گفتہ کہ

خدائے تعالیٰ را خلیفہ ست از عترت رسول خدا صلعم از ولد فاطمہ کہ نامش نام رسول خدا باشد صلعم۔ جد او حسین بن علیؑ است بیعت کرده شود۔ او را میان رکن و مقام مانا باشد برسول خدا صلعم در سیرت نہ در صورت۔ حجج الکرامہ صـ ۲۸۲

نوٹ ۔ واضح ہو کہ اس حوالہ میں جو بجائے حسنؑ بن علیؑ کے حسینؑ بن علیؑ لکھا گیا ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حجج الکرامہ کے کاتب سے سہواً لکھا گیا ہے۔ کیونکہ اسی کتاب میں نواب صاحب نے دوسرے مقامات پر بحث کرتے ہوئے کہ مہدی موعودؑ جناب امام حسن علیہ السلام کی ذریت طیبہ سے ہوں گے۔ یا جناب امام حسین علیہ السلام کی سے۔ انہی علمائے دین کی تائید کی ہے۔ جو قائل ہیں۔ کہ وہ امام حسن علیہ السلام کی اولاد امجاد سے ہونگے۔ اور خصوصاً مقام زیر بحث کے متعلق خود انہوں نے بحوالہ کتاب اشاعہ شیخ عبد الوہاب مصنف الیواقیت والجواہر کی تردید بھی لکھدی ہے۔ جس سے پھر ذرہ بھر شبہ بھی نہیں رہ جاتا۔ کہ نواب صدیق حسن خان نے عبارت فتوحات کا فارسی میں ترجمہ کرتے ہوئے اس مقام پر ضرور "حسنؑ بن علیؑ" ہی لکھا ہوگا۔ اور جو حسینؑ لکھا بھی ہوگا۔ تو سہواً۔ یا پھر کاتب سے ہی سہو ہو گئی ہے۔ ورنہ دوسرے مقام پر وہ خود ہی اسی قول کی تردید کو واضح نہ فرماتے۔ ملاحظہ ہوں مقامات ذیل:۔

(ا)۔ واہل حدیث نیز ہمیں رفتہ اند۔ کہ وے از اولاد حسنؑ بن علی باشد الی آخرہ۔ حجج الکرامہ صـ ۳۵۷

(ب) وہم در اشاعہ گفتہ کہ شیخ عبد الوہاب شعراوی در کتاب الیواقیت والجواہر بر ہمیں قول رفتہ و آں را نسبت طرف فتوحات مکیہ نمودہ حالانکہ در وے اثرے ازیں قول نیست بلکہ خلاف اوست۔ یعنی مہدی از اولادِ حسنؑ است۔ و شک نیست۔ کہ محمد بن حسن عسکری از اولاد حسینؑ بود۔ و ظاہر آنست۔ کہ ایں قول مدسوس است بر شعراوی و موید اوست عدم تحریر او ایں کتاب را در حیات خودش و در وے گفتہ لا احلّ لاحد ان یروی عنی ھذا الکتاب حتی یعرضہ علی علماء المسلمین ولحکّام امامیہ و آنچہ از وے رسیدہ بود۔ ہماں واقعہ شد۔ و مذہب شیعہ را در وے مدسوس کردند۔ و منجملہ مدسوسات بروے آنست۔ کہ در طبقات وے درج کردہ اند۔ در ترجمہ حسینؑ بن علیؑ کہ عقب صرف

از روے باقی است - نہ از برادرش حسنؓ بن علیؓ و ایں نیز از دسائس رافضہ است - ورنہ شعراوی انکار نسب حسنؓ چہ قسم خواہد کرد - با آنکہ اکابر اولاد حسنؓ در مصر موجود بودند - مثل طباطبا وغیرہم فلیتنبہ لذالک انتہیٰ حجج الکرامہ صہ ۳۵۳

ترجمہ (ا) اور محدثین کا مسلک بھی یہی ہے - کہ مہدی امام حسنؓ بن علیؓ کی اولاد سے ہونگے -

(ب) اور اشاعہ میں آیا ہے - کہ شیخ عبدالوہاب شعراوی بھی اسی قول (مہدی از نسل حسینؓ بن علیؓ) پر گیا ہے - اور اس کو فتوحات مکیہ کی طرف منسوب کیا ہے - حالانکہ اس میں اس قول کا پتہ ہی ندارد ہے -

بلکہ اس کے خلاف لکھا ہے - یعنی یہ کہ مہدیؑ اولاد حسنؑ سے ہیں - اور بلاشک محمد بن حسن عسکری (شیعوں کے بارہویں امام یعنی مہدی) امام حسین علیہ السلام کی اولاد سے تھے - اور معلوم ہوتا ہے - کہ یہ قول شعراوی (مصنف کتاب الیواقیت) پر افترابندی ہے اور اس امر کی تائید میں یہ بات ہے - کہ انہوں نے اس کتاب کو اپنی حین حیات میں نہیں لکھا - اور اس میں فرمایا ہے - کہ میں کسی کو اجازت نہیں دیتا - کہ میری اس کتاب سے کوئی میری طرف سے روایت کرے - جبتک کہ علمائے مسلمیں کو دکھا نہ دے - اور جب تک وہ اس کے مسائل مندرجہ کو پسند نہ کریں - اب دیکھو - کہ جس بات سے اسکو اندیشہ تھا - وہی واقعہ ہوگئی - یاروں نے شیعہ مذہب کی باتیں اس میں ملا جلا دیں - اور منجملہ ان کے یہ ہے - کہ شعراوی کی کتاب طبقات میں امام حسین بن علی علیہما السلام کے حالات میں اس کی طرف سے یہ داخل کردیا - کہ اولاد تو صرف امام ممدوح کی باقی ہے - نہ کہ ان کے بھائی امام حسن علیہ السلام کی - حالانکہ یہ رافضیوں کی محض اپنی ملاوٹ ہے - ورنہ کوئی وجہ نہیں - کہ شعراوی امام حسن علیہ السلام کی نسل سے انکار کردے - کیونکہ امام حسن علیہ السلام کی اولاد سے مشہور لوگ مصر میں موجود تھے - جیسے طباطبا وغیرہ - پس اس سے متنبہ رہ - فقط

پس اے جناب ایڈیٹر صاحب رسالہ البرہان - ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین

خادم حسین - "روز دیلا" - امرتسر
۳۰ / نومبر ۱۹۴۰ء

کیا اصحاب کہف تین سو نو برس غار میں زندہ رہے؟

ایک دفعہ دو اہلحدیث مولویوں کے ساتھ حیات و ممات مسیح علیہ السلام پر گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ ایک نے کہا کیا قرآن میں اصحاب کہف کے بارہ میں خدا نے نہیں فرمایا ولبثوا فی کہفہم ثلٰث مائۃ سنین وازدادوا تسعاً کہ تین سو نو برس تک وہ غار میں زندہ رہے۔ تم احمدیوں کے غلط عقاید کی تردید میں سورہ کہف کے اندر بڑے زبردست دلائل ہیں منجملہ حیات مسیح علیہ السلام کی تائید میں یہ آیت ایک بیّن دلیل ہے۔ میں نے عرض کی۔ کہ اول تو جس طرح اصحاب کہف کی طویل زندگی کا ذکر قرآن مجید میں آچکا ہے۔ کاش کہ مسیح علیہ السلام کے بارہ میں بھی کوئی آیہ موجود ہوتی۔ جیسے کہ نوح علیہ السلام کے متعلق بھی مذکور ہے۔ پھر کوئی جھگڑا پیدا بھی نہ ہوتا۔ دوم یہ تو خدا نے سائلین یا معترضین کی طرف سے حکایۃً فرمایا ہے۔ کہ وہ ایسا کہتے ہیں کہ اصحاب کہف تین سو نو برس غار میں رہے۔ کیونکہ اس کے متصل بعد میں ارشاد الٰہی ہے قل اللہ اعلم بما لبثوا یعنے اے پیغمبر تو کہدے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو ہی بخوبی معلوم ہے۔ کہ وہ کتنا عرصہ اس میں رہے۔ اور اگر درحقیقت وہ تین سو نو برس تک اس میں رہے ہوتے۔ تو پھر اس کے بعد یہ کیوں فرمایا گیا۔ تو کہدے کہ خدا ہی بخوبی جانتا ہے۔ جتنا عرصہ وہ رہے اگر تین سو نو برس کی میعاد لبث امر واقعہ تھا۔ تو پھر اسی میعاد کی کیفیت و کمیت کا علم خدا کی طرف کیوں منسوب کیا گیا؟ فتدبر

پس لامحالہ ماننا پڑیگا۔ کہ قول اول عوام الناس کا زعم باطل ہے جسکی تصحیح قول ثانی سے کیگئی ہے ٹھیک جس طرح پر کہ اصحاب کہف کی تعداد کے متعلق ان ہی آیات سے پیشتر عوام کا قول منقول ہے سیقولون ثلٰثۃ رابعہم کلبہم ویقولون خمسۃ سادسہم کلبہم رجماً بالغیب ویقولون سبعۃ وثامنہم کلبہم یعنے تین ہیں اور چوتھا ان کا کتا ہے اور کہتے ہیں۔ کہ پانچ ہیں چھٹا کتا ہے۔ یونہی اٹکل پچو باتیں ہیں۔ اور کہتے ہیں سات ہیں۔ اور آٹھواں ان کا کتا ہے۔ اس کی تصحیح میں ارشاد الٰہی ہوتا ہے۔ قل ربّی اعلم بعدتہم ما یعلمہم الا قلیل۔ یعنی تو کہدے۔ اے پیغمبر کہ میرا پروردگار ہی ان کی تعداد سے زیادہ واقف ہے۔ نہیں جانتے ان کو مگر قلیل لوگ ہی؛ اس سیاق و سباق آیات سے ہر ایک ذی شعور بادنیٰ تامل جان سکتا ہے۔ کہ قول اول عوام کالانعام کا ہے۔ اور وہ مردود ہے۔ اور قول ثانی جو واقعی منجانب اللہ ہے۔ وہی درست اور امر واقعہ ہے

پس اسی طرح تین سو نو برس کی مدت کا ذکر بھی عوام کیطرف سے حکایتاً اللہ کو رہے ۔جبھی تو اسکی تردید میں وحی الٰہی کا ارشاد ہے ۔قل اللہ اعلم بما لبثوا ۔ کہ اے پیغمبر کہدے کہ اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنا عرصہ غار میں رہے ۔ اس پر دوسرے مولوی صاحب نے فرمایا ۔ کہ یہاں نواب صدیق حسن خان کی تفسیر ترجمان القرآن موجود ہے ۔ ذرا اسکو بھی نکال کر دیکھا جائے ۔ میں نے کہا کہ قرآن مجید کی صریح شہادت کے ہوتے ہوئے کسی اور کی تفسیر دیکھنے کی اول تو ضرورت ہی نہیں لاکن ترجمان القرآن کو بھی دیکھ لیجئے دیکھیں اس میں کیا لکھا ہے ۔ چنانچہ میں نے موقعہ مطلوبہ نکالکر پڑھنا شروع کر دیا ۔ مختلف اقوال کے ضمن میں آخر سب سے زیادہ معتبر اور معقول قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا نکل آیا جو میری تائید میں تھا ۔ اس کو سنکر اہلحدیث مولوی صاحبان کا ناطقہ بند ہوگیا ۔ اور وہ خدا کے فضل و کرم سے فبھت الذی کفر کے مصداق ہو کر مبہوت و سرنگوں ہو کر رہ گئے ۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ۔ جماعت احمدیہ کیلئے یہ امر موجب کمال فخر و مباہات بیقیاس کا ہے ۔ کہ اس کے اکثر عقاید کی تائید مفسر ربانی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اقوال و روایات سے ثابت ہو جاتی ہے مثلاً آیہ انی متوفیک کے معنے ممیتک ۔ اور آیتہ فلما توفیتنی کی تفسیر خود رسول صلعم کی زبان مبارک سے جسکے معنی فلما متّنی کے بغیر ممکن نہیں ۔ سب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی بخاری شریف سے ثابت ہیں ۔ اب اصحاب کہف کے متعلق بھی جو آپ کا مذہب ہے ۔ ترجمان القرآن سے ثابت ہو گیا ۔ وھو ہذا

ابن عباسؓ کہتے ہیں ۔ ان الرجل لیفسر الایۃ یری انھا کذالک فیھوی ابعد ما بین السماء والارض ثم تلا ولبثوا فی کہفھم الایۃ ۔ پھر کہا قوم کتنی مدت کہف میں رہی بولے تین سو نو برس کہا اگر اتنی مدت رہتے ۔ تو اللہ یوں نہ فرماتا ۔ قل اللہ اعلم بما لبثوا ولکن اللہ نے مقالہ قوم کی حکایت کی اور کہا سیقولون ثلثۃ الی قولہ رجماً بالغیب پس خبر دی کہ انکو معلوم نہیں ہے ۔ پھر کہا ۔ سیقولون ولبثوا فی کہفھم الی قولہ تسعاً ف ۔ قرطبی نے کہا ۔ اصحاب کہف میں اختلاف ہے ۔ کہ مر کر فنا ہو گئے ۔ یا اب تک خواب راحت میں ہیں ۔ اور جسد ان کے محفوظ ہیں ۔ ابن عباسؓ نے کہا ۔ اولئک قوم فنوا وعدموا منذ مدۃ طویلۃ یہ لوگ مدت سے فنا ہو گئے ان ابن عباسؓ کے ہمراہ لوگ بعض غزوات شام میں گئے تھے ۔ موضع کہف تک وہاں کچھ ہڈیاں پائیں ۔ ترجمان القرآن اُردو صد ۲۱۶ سورۂ کہف ۔

ہمارے غیر احمدی مولوی صاحبان حیات مسیح علیہ السلام کو ثابت کرنے کی سعی لاحاصل میں اکثر اصحاب کہف کے متعلق آیۃ ولبثوا فی کھفھم کو بڑے جوش وخروش سے پیش کرتے رہتے تھے۔ ان کا یہ استدلال بھی از روئے اثر ابن عباسؓ بکمال وضاحت ومعقولیت آخر کار بالکل بودا نکلا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک*

خاکسار خادم حسین۔ ۸ دسمبر ۱۹۱۹ء

تذکرۃ الانبیا میں خلاف عقل ونقل باتیں:۔

میر ممتاز علی صاحب نے لڑکیوں کی تعلیم وتربیت میں جو خدمات کی ہیں ان سے انکار نہیں ہو سکتا لیکن یہ کہنے میں بھی تامل نہیں۔ کہ جب کبھی انہوں نے مذہب میں دخل دیا ہے۔ غلطی کھائی ہے۔ حقوق نسواں ان کے مردوں کو بتائے یہ ان کا احسان ہے۔ مگر الرّجال قوامون علی النساء کے یہ معنے کرکے کہ مرد عورتوں کے خدمتگار ہیں۔" اپنی ساری کتاب کو بے وقعت کر دیا۔ اور جو کچھ ہماری نسبت حق بات کہی وہ بھی بے اثر ہو گئی۔ ایک اور کتاب آپ نے (مولوی سید ممتاز علی صاحب) لکھی ہے تذکرۃ الانبیاء۔ افسوس ہے، کہ اس کتاب میں بعض ایسے قصّے درج کر دئے۔ جو عقل ونقل دونوں کے خلاف ہیں۔ بچے بچیاں جب اُسے پڑھینگے۔ تو جھوٹ اور واہیات باتوں کا ایک نقش ان کے لوح دل پر بیٹھ جاویگا جس کا نقصان ظاہر ہے۔ اگر کتاب مسلمان بھائیوں کے فائدہ کیلئے لکھی جائے۔ کم از کم اس میں یہ تو چاہئے۔ کہ قرآن مجید کو جو خداوند زمین وآسمان کا کلام ہے۔ مقدم رکھا جائے۔ مگر آپ نے قرآن مجید کلام حمید کی صریح آیات پر اسرائیلی روائتوں کو مقدم رکھا ہے۔ جو بہت افسوس کی بات ہے۔ خدا تعالیٰ تو قرآن حمید میں حضرت داؤد علیہ السلام کی نسبت فرماتا ہے۔ واذکر عبدنا داؤد ذا الاید انہ اوّاب (سورہ ص رکوع ۲) اور آتینٰہ الحکمۃ وفصل الخطاب۔ یعنی کہ آپ بڑے عبادت گذار خدا کی طرف بار بار رجوع کرنے والے تھے۔ آپ کو پختہ باتیں اور فیصلہ کرنے کی قوت عطا کی تھی۔ اور میر ممتاز علی صاحب فرماتے ہیں "حضرت داؤدؑ سے دو برے کام ہو گئے۔ ان کا ایک سردار لشکر اریا نام تھا۔ اس کی بیوی نہایت حسین تھی۔ اتفاق

سے حضرت داؤدؑ نے اسے کہیں دیکھ لیا۔ اور بھوڑے دنوں کے بعد اوریا کو لڑائی پر بھیجدیا جہاں اس بیچارے نے اپنے آقا کے نام پر جان قربان کر کے سرخروئی حاصل کی۔ تب حضرت داؤدؑ نے اس شخص کی بیوہ سے نکاح کر لیا۔ اب جناب میر صاحب خود ہی خدا لگتی کہیں۔ کہ یہ قصّہ پڑھکر بچوں پر کیا اثر ہوگا۔ جب نبی ایسی ایسی حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ (معاذاللہ) تو امتیوں کے لئے سب کچھ جائز ہوگیا۔ اسی طرح تفصیل تو اتنی پسند ہے۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کا قصّہ بھی لکھدیا۔ جس میں یہ بھی درج ہے۔ کہ سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی گم ہوگئی۔ جو ایک جن لیکر بادشاہ بن بیٹھا۔ اور سلیمانؑ ایک ماہی گیر کا نوکر بننے پر مجبور ہوئے۔ لاحول ولا قوۃ۔

ان خرخرفات لایعنی کی کوئی حد ہے۔ جو سراسر لیس سلطانہٗ علی الذین اٰمنوا کے خلاف ہے۔ پھر آپ کی بیوی کو ایک بت پرست بتایا۔ حق فرمایا کلام مجید میں۔ ماکفر سلیمٰن ولکن الشیٰطین کفروا۔ یہ بیہودہ باتیں تو میر صاحب نے لکھدیں۔ مگر قرآن کریم میں جو یہ ذکر ہے۔ کہ آپ کے سامنے تیز رو گھوڑے پیش کئے گئے۔ آپ ان کو چمکارتے رہے۔ کہ ان انعامات سے خدا کے احسانات یاد آتے ہیں۔ اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ شاید اس لئے کہ ایسی ایسی باتوں سے ان کا نعم العبد اور اوّاب ہونا ثابت ہوتا تھا۔

پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے بیان میں تو بہت سی باتیں خلاف آیات قرآن مجید لکھدی ہیں۔ ایک موٹی بات ہے۔ حضرت یوسفؑ نے خود ملازمت کی درخواست کی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ قال اجعلنی علیٰ خزائن الارض انی حفیظ علیم (یعنی حضرت یوسفؑ نے درخواست کی۔ کہ مجھے مالی معاملات سپرد فرمائیے۔ میں حساب دان اور نگرانی رکھنے والا ہوں۔)

مگر میر صاحب لکھتے ہیں۔ اس (بادشاہ) نے کہا۔ میں کس آدمی کو اس کام پر مقرر کروں مجھے تو آپ سے بہتر کوئی دیانت دار نظر نہیں آتا۔ اس لئے آپ ہی یہ کام قبول فرمائیے۔ حضرت یوسفؑ نے اس کی درخواست منظور کی۔ اب کون سچا ہے؟ خداوند کریم یا (میر ممتاز علی) ایسا ہی لکھا ہے۔ حضرت یوسفؑ بارہ برس قید خانہ میں رہے۔ (صفحہ ۲۴۶) میں

مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ (فلبث فی السجن بضع سنین)۔ یوسفؑ نو برس سے کم جیل میں رہے۔ بضع نو سے کم تعداد کے لئے آتا ہے۔ اس کے علاوہ کئی واقعات میں اختلاف ہے۔ جو سورۂ یوسفؑ کے ساتھ مقابلہ کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ مسلمان بھائیوں کے لئے جو کتاب لکھی جائے۔ اس میں چاہئے تھا کہ لکھنے والا قرآن مجید کی آیات کو بہر صورت مقدم رکھتا۔) جہاں کتاب میں اس قسم کے سقم ہیں۔ وہاں قابل تعریف بات بھی ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی نسبت کسی روایت پر اعتبار نہیں کیا۔ اور روزن سے نکل جانے اور ان کی شبیہ کسی دوسرے پر پڑنے کا قصہ نقل نہیں کیا۔ بلکہ لکھدیا ہے۔ نہ وہ قتل ہوئے۔ نہ صلیب پر مرے۔ بلکہ مرنے کی سی شبیہ بن گئی۔ اور بعد میں اللہ تعالےٰ نے کسی وقت انہیں دنیا سے اٹھا لیا " اور یہ بھی تسلیم کر لیا۔ کہ حضرت عیسےٰؑ ہی صلیب پر چڑہائے گئے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

" عید کی وجہ سے شام کو صلیب سے اتارا۔ تو وہ مردہ سمجھے گئے۔ چنانچہ وہ قبرستان میں بھیجدئے گئے۔ اللہ نے انہیں بچانا منظور تھا۔ کوئی دردمند خدا کا بندہ انہیں وہاں لے آیا۔ اور اس کی اگلی صبح ان کی قبر کھلی پائی گئی۔ جب وہ ہوش میں آئے۔ تو کہیں غائب ہو گئے۔ جسکا صحیح صحیح علم آجتک کسی کو نہیں ہے "

میر صاحب سے مخفی نہیں۔ کہ صحیح صحیح علم تو خدا کے ایک برگزیدہ بندہ کو دیا گیا۔ کہ وہ سرینگر محلہ خانیار میں مدفون ہے۔ بہتر ہے۔ کہ میر ممتاز علی صاحب ایسی ایسی فروگذاشتوں کی اصلاح کر دیں۔ جنکا کچھ ذکر اس مضمون میں کیا گیا۔ اور برا نہ مانیں جو مشورہ انکو دیا گیا۔ بہت نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ ہے۔ نکتہ چینی کیلئے نہیں۔ ہماری خواہش ہے۔ کہ جو کتاب تذکرۃ الانبیاء کے بارے میں ہو۔ وہ خلاف قرآن مجید نہ ہو۔ اور نہ اس میں خلاف عقل باتیں ہوں۔ جو سمجھ میں نہ آسکیں۔ اور اللہ تعالےٰ آپ کی مدد فرمائے۔ والسلام

خاکسار سکینۃ النساء از قادیان

جوابات اعتراضات شیعہ

نمبر ۲

(از سید صادق اٹاوی)

اعتراض نمبر ۴ ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یاایھا الذین اٰمنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفاً فلا تولوھم الادبار ومن یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفاً لقتال او متحیزاً الی فئۃ فقد باء بغضب من اللہ وماوٰہ جہنم وبئس المصیر ۔
یعنی اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ تم جب کفار سے مقابلہ کرو۔ تو پیٹھ نہ دو کفار کی لڑائی سے۔ یعنی ہرگز نہ بھاگو۔ اور جو پیٹھ دے کافروں کو لڑائی سے مگر اس حالت میں کہ پھیرنے والا ہو لڑائی کے لئے۔ یا پناہ لینے والا ہو طرف ایمان والوں کے۔ پس تحقیق وہ لوٹا خدا کے غصہ کے ساتھ اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انما المومنون الذین اٰمنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا علےٰ امر جامع یذھبوا حتی استاذنوہ یعنی مومن نہیں مگر وہ کہ ایمان لائے خدا اور رسولؐ پر اور جب ہوں ساتھ اس کے کسی امر جامع پر نہ جائیں مگر جب تک اجازت نہ دے رسولؐ۔

غزوۂ احد

(۱) تاریخ طبری جلد ثالث مطبوعہ مصر صفحہ ۱۹ ۔ یعنی انس بن نضر جو انس بن مالک کا چچا تھا۔ وہ عمر بن الخطاب تک پہنچا۔ حضرت عمرؓ کی بیعت میں طلحہ بن عبداللہ بھی تھے۔ اور بہت سے لوگ مہاجرین و انصار سے تھے۔ مگر یہ سب لوگ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے تھے۔ انسؓ نے کہا تم لوگ یہاں بیٹھے کیا کرتے ہو۔ اُن لوگوں نے جواب دیا۔ کہ کیا کریں۔ رسول اللہؐ تو قتل کر ڈالے گئے۔ تب انسؓ نے کہا۔ پھر جب رسول اللہؐ مر چکے۔ تو اب زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ اور جس دین پر رسول اللہؐ نے انتقال فرمایا ہے۔ اس پر تم بھی مر جاؤ۔ انسؓ بن نضر یہ کہکے کفار کے مقابلہ میں آیا۔ اور ان سے لڑ کر قتل ہو گیا۔

(۲) تاریخ طبری مذکور جلد ۳ صفحہ ۲۰ پر لکھا ہے۔ "آپ کے اصحاب بھاگ کھڑے ہوئے بعضوں

نے مدینہ میں جا کر دم لیا۔ اور بعضوں نے پہاڑ پر چڑھ کر پتھر پر جا کر دم لیا۔ اور رسالت مآبؐ آوازیں دے رہے تھے۔ کہ بندگان خدا کہاں جاتے ہو۔ میری طرف آؤ۔ اسی طبری میں ہے۔

(۳) جو پہاڑ پر تھے۔ اور پتھر پر چڑھ گئے تھے۔ بعض کہہ رہے تھے۔ کاش! اسوقت ہمارے پاس کوئی ایسا شخص ہوتا۔ کہ ہم قاصد جا کر عبد اللہ بن ابی تک بھیجتے۔ جو ابو سفیان سے بھی ہمیں امان حاصل کر دیتا۔ (کہنے والے یہ کہہ رہے تھے) اے قوم! محمدؐ تو قتل ہو گئے اپنی قوم سے پھر ملجاؤ۔ ایسا نہ ہو وہ آجائیں۔ اور قتل کر ڈالیں۔

(۴) اسی کتاب کے صفحہ ۲۱ پر لکھا ہے۔ کہ حضرت عثمان بن عفان بھی بھاگنے والوں میں تھے

(۵) تفسیر کبیر میں فخر الدین رازیؒ جلد ثالث مطبوعہ استنبول صفحہ ۱۰۸ میں لکھتے ہیں۔ بھاگنے والوں میں عمرؓ بھی تھے۔ مگر ان لوگوں میں نہ تھے۔ جو پہلے ہی بھاگے۔ بعض ایسے تھے۔ جو بھاگ کر دور نکل گئے تھے۔ جیسے حضرت عثمانؓ اور عتبہ اور سعد انصاری بھی تین دن کے بعد پلٹے۔ حضرت نے فرمایا۔ بڑی ہی دور بھاگے۔

(۶) خود حضرت عمرؓ کا قول سنئے۔ (در منثور سیوطی) جب احد کا دن تھا۔ اور ہم سب نے فرار کیا۔ تو میں بھی بھاگا۔ یہانتک کہ میں پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اور میں اپنے آپ کو اوچکتے ہوئے دیکھتا تھا۔ جیسے بز کوہی اچکتی ہے۔

(۷) حضرت ابو بکرؓ کی بابت سنئے۔ تاریخ خمیس حصہ اول صفحہ ۴۳۱ ۔ یعنی حضرت ابو بکرؓ بیان فرماتے ہیں۔ جسدن لوگ رسول اللہ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ تو میں سب سے پہلے رسول اللہ کے پاس آیا تھا۔

(۸) روضۃ الصفا جلد دوم ۔ جتنے اصحاب تھے۔ ان سب نے فرار کیا۔ اور خدمت رسول اللہ میں سوائے امیر المومنین علی بن ابیطالب اور ابو دجانہ اور سہیل بن حنیف کے کوئی دوسرا شخص نہ تھا۔

(۹) حبیب السیر جز سوم صفحہ ۱۲۱ ۔ میں بھی حضرات ثلثہ بھاگنے والوں میں لکھے ہیں۔

(۱۰) صحیح بخاری جلد دوم مطبوعہ بمبئی صفحہ ۶۶۸ ۔ وانہزم المسلمون وانہزمت معہم فاذا عمر بن الخطاب فی الناس فقلت لہ ماشان الناس قال امر اللہ یعنی قتادہ سے منقول ہے

کہ مسلمان لوگ بھاگے اور میں بھی بھاگا۔ پس کیا دیکھتا ہوں میں کہ ان بھاگنے والوں میں عمرؓ بن الخطاب بھی موجود ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ کیا حال ہے۔ ہم لوگوں کا۔ عمرؓ نے جواب دیا۔ جو اللہ کو منظور تھا۔ وہ ہوا۔

(۱) عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے وقیل انہ علیہ السلام سبّ الذین انھزموا یوم احد وکان فیھم عثمان بن عفانؓ فنزلت ھذہ الآیۃ الآیہ فکفّ عنھم

(۲) روضۃ الاحباب۔ مدارج النبوۃ۔ معارج النبوۃ میں لکھا ہے۔ کہ جب جنگ احد میں مسلمان بھاگ گئے۔ اور جناب رسول خداؐ کو تنہا چھوڑ دیا۔ تو حضرتؐ کو غصہ آیا۔ دیکھا تو جناب امیرؑ پہلو میں کھڑے ہوئے ہیں۔ فرمایا۔ اے علیؑ! تم بھی ان لوگوں کے ساتھ کیوں نہ چلے گئے۔ جناب امیرؑ نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ۔ لاکفر بعد الایمان ان لی بک اسوۃ کیا بعد ایمان کے کفر اختیار کرتا۔ میں تو آپؐ کا پیرو ہوں۔ دیکھیے۔ جنگ سے بھاگنا کفر کی حد تک پہونچ گیا۔ جناب رسول خدا نے سبّ کیا۔ پس حضرات ثلثہ سبّ کے مورد ہیں۔ اور یہ بھاگنا ان کا کفر ہے۔

غزوۂ احزاب

(۱) عمرو بن عبدود مبارز طلب ہوا۔ رسول اکرمؐ نے لشکر اسلام سے تین مرتبہ فرمایا۔ کہ کوئی اس کافر کے ساتھ لڑنے کو نکلے مگر کوئی نہ نکلا۔ حضرت رسول اللہؐ نے خاص کر حضرت عمرؓ سے فرمایا لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ تب حضرت علیؑ گئے اور اسکو قتل کر دیا۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ علی مرتضےٰؑ کی خندق کے دن کی لڑائی تمام امت کے اعمال سے افضل ہے۔ جو کہ وہ قیامت تک کریں۔

(۲) مدارج النبوت۔ صحیح مسلم۔ معارج النبوۃ۔ تفسیر درمنثور میں جنگ احزاب کے متعلق حذیفہ سے روایت ہے۔ کہ ہم رسول خداؐ کے ساتھ تھے۔ رات نہایت سرد تھی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کوئی شخص ایسا ہے۔ جو لشکر کفار کی طرف جائے۔ اور انکی خبر لائے۔ جو شخص ایسا کرے۔ تو وہ شخص میں خداوند عزّوجلّ اس کو بروز قیامت میرے ساتھ کریگا۔ حذیفہ کہتے ہیں پس ہم میں سے کوئی شخص نہ اٹھا۔ اور سب نے سکوت کیا۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا۔ ابوبکرؓ سے کہ تم جاؤ۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ کہ اللہ و رسولؐ مجھکو معاف رکھیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا۔ اگر تو جاتا۔ تو جا سکتا تھا۔ جب رسول خدا نے حضرت عمرؓ سے کہا تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا۔ جو ابوبکرؓ نے دیا تھا۔ حذیفہ کہتے ہیں۔ کہ پھر

رسول اللہ نے میرا نام لیا۔ تو میں نے کہا۔ حضور بہت اچھا۔

غزوۂ خیبر

(۱) تاریخ طبری جلد ۳ صد ۹۳ میں لکہا ہے۔ جب رسول اللہ حصن خیبر کے پاس نازل ہوئے۔ تو آپ نے اپنے لواکو عمر ابن الخطاب کو دیا۔ عمرؓ کے ساتھ جو لوگ گئے۔ وہ گئے۔ اہل خیبر کے مقابل آئے۔ مگر حضرت عمرؓ اور ان کے اصحاب بہاگ نکلے۔ اور رسول اللہ کی جانب پلٹے حضرت عمرؓ اپنے ساتھیوں کو بودا اور بزدل کہہ رہے تھے۔ اور لشکر حضرت عمرؓ کو بودا اور بزدل کہہ رہا تھا۔ تب حضرت رسول اللہ نے فرمایا۔ میں کل لوا اس شخص کو دونگا۔ جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکہتا ہے اور خدا اور رسولؐ اسکو دوست رکہتے ہیں۔ جب دوسرا دن آیا۔ تو حضرت عمرؓ و ابو بکرؓ نے بڑہکر امیدواری کی۔ مگر حضرتؐ نے حضرت علیؓ کو بلاکر وہ نشان مرحمت کیا۔ حالانکہ حضرت علیؓ کی آنکہوں میں آشوب تھا۔ رسول اللہ نے لعاب دہن سے آنکہوں کا علاج کرکے نشان ظفر مرحمت فرمایا؛

(۲) حبیب السیر و روضۃ الاحباب میں بھی ویسا ہی لکہا ہے۔ جیسا طبری سے منقول ہوا۔ ذرا بھی غور کیا جائے۔ تو فراری شیخین ثابت ہونے کے علاوہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ اللہ و رسولؐ کی محبت سے کچھ بہرہ نہ رکہتے تھے؛

غزوہ حنین

صحیح مسلم مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور میں حضرت جابر سے روایت ہے۔ کہ بیعت کے جلسہ میں چودہ سو اصحاب تھے۔ سمرہ کا درخت تہا جس کے نیچے بیعت ہوئی تھی۔ شرط یہ تھی۔ کہ میدان جنگ سے ہرگز نہ بھاگینگے۔ نکث بیعت کی بابت خدا فرماتا ہے۔ فمن نکث فانما ینکث علے نفسہ یعنی جو لوگ اس بیعت کو توڑیں گے۔ وہ اپنے نفس کیلئے برائی کرینگے بعد اس معاہدہ کے پہلا معرکہ خیبر کا پیش آیا۔ جس میں شیخین میدان چھوڑ آئے۔ اس بعد معرکہ حنین پیش آیا۔ اس معرکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عباسؓ۔ علیؓ۔ ابو سفیان بن حارث اور ابن مسعود کے سوا کوئی نہ رہا؛

جواب

اس اعتراض میں دو آیتوں سے استدلال کیا گیا ہے۔ یعنی پہلی آیت یاایھا الذین امنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفا۔ الخ اور دوسری آیت واذا کانوا معہ علے امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ سے دونوں آیتوں کی بنا پر ایک یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ اصحاب ثلثہ چونکہ لڑائی میں

کافروں کے مقابلہ سے ہمت ہار کر بھاگ گئے۔ اس لئے وہ گنہگار بلکہ نعوذ باللہ جہنمی ہوئے۔ اور ایسے لوگ خلافت نبوت کے شایان نہیں۔ مذکورہ بالا دو نو آیتوں میں سے پہلی آیت ایسی ہے جس میں جنگ کے متعلق صریح احکام موجود ہیں۔ اس لئے ہم اسی کے متعلق زیادہ وضاحت کے ساتھ یہاں بحث کرتے ہیں۔ دوسری آیت کا مطلب بھی اسی بحث سے ظاہر ہو جائیگا۔

پس واضح ہو۔ کہ اس آیت میں میدان جنگ سے بھاگنے پر وعید جہنم بیشک موجود ہے۔ مگر اسی آیہ میں وعید مذکورہ سے متعلق ایک استثنا بھی موجود ہے۔ یعنی الا متحرفاً لقتال او متحیزاً الی فئة اس استثنا میں تین لفظ قابل توجہ ہیں۔ اوّل متحرفاً۔ دوم متحیزاً سوم فئة۔ متحرفاً تحرف یا حرفة سے نکلا ہے۔ تحرف سے مشتق ہونیکی صورت میں اس کے معنی ہیں جھکنے والا۔ پھرنیوالا۔ کیونکہ تحرف انعطاف اور میل کو کہتے ہیں۔ اور حرفة سے مشتق ہونیکی صورت میں اس کے معنی ہیں پیشہ کرنے والا۔ ہنر دکھلانیوالا۔ متحیزاً تحیز سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانیوالا۔ فئة جماعت غالب کو کہتے ہیں۔ جو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ اور مطلق گروہ اور سردار لشکر کو بھی کہتے ہیں۔ لفظ لقتال مندرجہ آیت میں جو لام ہے۔ اس سے دو فائدے متصور ہیں۔ ایک تو یہ کہ جنگ سے تحرف یا کنارہ کشی حسب موقعہ اسی جنگ میں متحرف کو مفید معلوم ہو دوسرے یہ کہ وہ کنارہ کشی آئندہ جنگ میں مزید استحکام کے ساتھ شرکت کیلئے ہو۔ ان سب صورتوں میں جنگ سے فرار یا کنارہ کشی وعید کا مورد نہیں۔ بلکہ استثنا میں داخل ہے۔

تفسیر ترجمان القرآن میں زیر آیت مذکورہ لکھا ہے "اللہ نے میدان جنگ سے بھاگنے پر وعید آگ کی سنائی۔ مگر اسصورت میں کہ وہ بھاگنا کسی گھات کیلئے یا دوسرے گروہ کی مدد کیلئے ہو۔ مثلاً بھاگنے سے دشمن کے خیال میں یہ ڈالے۔ کہ اس سے ڈر کر بھاگا ہے۔ پھر موقع پر پہنچکر اور پھر کر اسکو قتل کرے۔ کہ اسطرح کا بھاگنا لاباس بہ ہے۔ سعید بن جبیر اور سدی اسی کے قائل ہیں۔ یا ایک سرے سے نکلکر طرف امیر لشکر یا امام اعظم کے جائے۔ کہ اس طرح کا بھاگنا داخل رخصت ہے۔ ابن عمر کہتے ہیں میں ایک لشکر خرد میں تھا منجملہ لشکر ہائے حضرت کے کہ اتنے میں لوگ یکسو ہو گئے۔ میں بھی انہیں میں تھا۔ جو سٹ آئے تھے۔ میں نے کہا اب کیا کریں۔ ہم تو لڑائی میں سے بھاگے۔ اور خدا کا غصہ لیکر پھرے۔ اگر شہر میں پہنچ جائیں تو رات وہیں بسر کریں

پھر ہم نے کہا نہیں۔ بلکہ اپنی جانوں کو حضرتؐ پر عرض کریں۔ اگر ہمارے لئے توبہ ہو بہتر جدنہ پھر چلدیں۔ ہم نماز صبح سے پہلے پاس حضرتؐ کے آئے۔ حضرتؐ نے نکلکر کہا من القوم یعنی تم کون لوگ ہو۔ ہم نے کہا۔ نحن الفرارون۔ یعنی ہم بھگوڑے ہیں۔ فرمایا۔ لا بل انتم العکّارون انا فئتکم وانا فئة المسلمین یعنی بلکہ تم مکر حملہ کرنے والے ہو۔ میں تمہارا اور سب مسلمانوں کا گروہ ہوں۔ ہم نے حضرت کا ہاتھ چوما۔ رواہ احمد۔ وھکذا رواہ الترمذی و ابن ماجہ ابن ابی حاتم نے اتنا اور زیادہ کیا ہے۔ کہ پھر حضرت نے یہ آیت پڑہی او متحیزا الی فئة اہل علم نے کہا معنی عکّاروں کے یہ ہیں۔ کہ العطّافون۔ مشکوٰۃ جلد پنجم مطبوعہ مطبع احمدی لاہور کے صفحہ ۲۰ ایس حدیث ابن عمر حسب ذیل درج ہے۔

عن ابن عمر قال بعثنا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سریّۃ فحاص الناس حیصةً فاتینا المدینة فاختفینا بھا وقلنا ھلکنا ثم اتینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلنا یا رسول اللّٰہ نحن الفرّارون قال بل انتم العکّارون وانا فئتکم رواہ الترمذی وفی روایة ابی داؤد نحوہ وقال لا بل انتم العکارون قال فدنونا فقبّلنا یدہ فقال انا فئة المسلمین"۔ ترجمہ روایت ہے ابن عمرؓ سے کہ کہا بھیجا ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بیچ ایک لشکر کے پس بہاگے لوگ بہاگنا پس آئے ہم مدینہ میں۔ پس چھپ رہے اس میں اور کہا ہم نے ہلاک ہوئے۔ ہم پھر آئے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا ہم نے یا رسول اللہ ہم ہیں بہاگنے والے فرمایا حضرتؐ نے بلکہ تم حملہ پر حملہ کرنیوالے ہو۔ اور میں جماعت تمہاری ہوں۔ روایت کی یہ ترمذی نے اور بیچ روایت ابوداؤد کی مانند اسی کے ہے۔ اور فرمایا نہیں بلکہ تم حملہ پر حملہ کرنے والے ہو۔ کہا ابن عمر نے پس نزدیک ہوئے۔ ہم اور بوسہ لیا ہم نے ہاتھ ان کے کا۔ اور فرمایا۔ حضرتؐ نے میں جماعت مسلمانوں کی ہوں؛

اور نیرنگ فصاحت ترجمہ اردو نہج البلاغہ مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی کے صد ۳۸۶ و ۳۸۷ میں لکھا ہے

وصیّت جناب امیر علیہ السلام

مقام صفین میں دشمن کے مقابل ہونیسے پہلے حضرت نے اپنے لشکر کو یہ وصیّت فرمائی۔ جب تک وہ ابتدا نہ کریں۔ تم ہرگز ان سے جنگ نہ کرنا۔ ۔ ۔ ۔ لڑائی کے وقت حضرت اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے۔ "تم پر وہ فرار دشوار نہ ہو۔ جسکے بعد تمہیں پھر لڑائی

کیطرف آنا ہو۔ تم پر دشمن کیجانب سے وہ پلٹنا مشکل نہ ہو۔ جس کے بعد پھر حملہ کرنا مدنظر ہو۔ (اگر بر تقدیر تم ایک مرتبہ بھاگ نکلو۔ اور لڑائی سے پلٹ آؤ۔ تو اس سے تمہیں تنگدل نہ ہونا چاہیئے) اپنی تلواروں کو ان کا حق عطا کر دو۔ اور کشتگان شمشیر کے گرنے کے مقام کے لیئے دشمن کے پہلوؤں کو مہیا کر دو۔

ان دونوں حوالوں سے روز روشن کیطرح ظاہر ہے۔ کہ سنّی و شیعہ ہر دو فریق کے نزدیک یہ امر متفق علیہ ہے۔ کہ میدان جنگ یا مقابلہ کفار سے فرار اگر اس نیت سے ہو۔ کہ جماعت اہل اسلام یا سر لشکر اسلام سے جا ملے۔ یا اس نیت سے کہ حسب موقع کفار پر مکرر حملہ کرے۔ تو ایسا شخص فی الحقیقت فرار نہیں بلکہ عطاف و کرّار یا عکّار ہے۔ اور اسکا یہ فعل موجب معصیت و ملامت نہیں۔ بلکہ داخل رخصت بحکم پروردگار ہے ؛

اب ہم ان روایتوں کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ جو معترض نے پیش کی ہیں۔ مگر قبل اس کے کہ ان روایتوں کے متعلق بحث شروع کریں۔ چند اصول حدیث و تفسیر وغیرہ کا بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں ؛

(۱) کسی آیت کی تفسیر وہ معتبر سمجھی جائیگی۔ جو دوسری آیات قرآن کریم و احادیث صحیحہ کے مخالف نہ ہو ؛

(۲) متشابہات قرآنی کی وہ تفسیر مقبول ہوگی۔ جو محکمات قرآنی کے تابع ہو۔

(۳) حدیث اسوقت صحیح سمجھی جائیگی۔ جب وہ آیات قرآنی کے مطابق اور سالم عن المعارض اور محفوظ عن الشذوذ ہو ؛

(۴) احادیث و اخبار کے متعلق عموماً اور متعلق مطاعن صحابہؓ خصوصاً یہ امر بھی ضروری ہے کہ راوی اس کا مذہب اہلسنت کا مخالف نہ ہو ؛

(۵) قانون روایت کے علاوہ قانون درایت کے مطابق بھی حدیث کا صحیح ہونا ضروری ہے

(۶) جو حدیث عقل یا نقل یا اصول یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے مخالف ہو وہ موضوع ہے۔

(۷) اگر کوئی حدیث دیگر احادیث صحیحہ۔ اور قطعیہ کے مخالف ہو۔ تو حتے الامکان وہ قابل تاویل ہوگی۔ ورنہ اس کے راوی کاذب سمجھے جائینگے ؛

(۸) احادیث احاد عقاید میں حجت نہیں۔ اور جو اخبار احاد کتاب اللہ و سنت متواترہ متواترہ

متعاملہ واجماع اہلسنت اور مخالف ما استقر فی شریعۃ الاسلام ہوں۔ وہ ہرگز مقبول نہ ہوگی"

(۹) علامہ عبد الرؤف فتاوے فیض القدیر شرح جامع صغیر میں لکھتے ہیں۔ قال ابن الکمال کتب التفسیر مشحونۃ بالاحادیث الموضوعۃ یعنی ابن کمال کا قول ہے۔ کہ تفسیر کی کتابوں میں احادیث موضوع بھری ہوئی ہیں پس جب تک کوئی حدیث یا روایت مندرجہ تفسیر اصول روایت ودرایت کے مطابق صحیح ثابت نہ ہو۔ قابل تسلیم نہیں"

(۱۰) تاریخ کی کتابوں میں بہت سی لغو و باطل روایات وہمیات قصص وحکایات بھری ہوئی ہیں۔ اسلئے تاریخ کی کتابیں علی العموم بغیر تنقید کے اعتبار کے لائق نہیں"

یہ اصول جو بیان کئے گئے۔ سنیوں کے مسلک پر ہیں۔ شیعوں کے بیان کردہ حسب ذیل ہیں:-

(۱) مولوی دلدار علی صاحب مجتہد لکھنوی نے صوارم میں جو امامیہ مذہب کے اصول بیان کئے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ امامیہ اصول واعتقادات میں یقین حاصل کرتے ہیں۔ اور ظن وتقلید کو اصول دین میں جائز نہیں رکھتے۔ ... خبر واحد کو گو بواسطہ ثقات مروی ہو۔ اعتقادات میں حجت اور کافی نہیں سمجھتے۔ اگر کوئی خبر بظاہر خلاف ہو۔ اُس امر کے جسپر اجماع منعقد ہوا ہو۔ تو ضرور ہے۔ کہ وہ خبر یا اولی ہوگی یا مطروح۔ اسی اصل کی بناپر وہ ان روایات کو جو زرارہ اور ہشام وغیرہ کی مذمت میں ہیں۔ مردود اور غلط سمجھتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ بلاشبہ کچھ حدیثیں ہمارے مذہب میں ایسی ہیں کہ جنسے ایسے بزرگوں کا مقدوح ہونا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ راوی اس قسم کی اخبار کے ضعیف اور مجروحین تھے۔ اور نیز اس قسم کی حدیثیں ان حدیثوں کے معارض ہیں۔ جو نہایت قوی ہیں اور جن پر امامیہ کا اجماع ہے۔ اسلئے ہمارے علماء نے اس قسم کی حدیثوں کو معرض اعتبار سے ساقط سمجھا ہے۔ اور پھر یہ فرماتے ہیں۔ کہ عقل اس بات پر شاہد ہے۔ کہ باوجود اخبار جرح کے جو ایسے بزرگوں کے حق میں بیان کئے گئے ہیں ہمارے علماء کے عقیدہ میں جو ان بزرگوں کی جلالت شان کی بابت ہے۔ کچھ خلل نہ ہو۔ اور کسی نے باوجود مشاہدہ کثرت اختلافات کے ان کا خلاف نہ کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا سبب صرف یہ ہے۔ کہ انکی بزرگی وکمال کا آفتاب ان کی نظروں میں روشن تھا"

(۲) سید محمد صاحب مجتہد لکھنوی نے ضربت حیدریہ میں ان روایات کو جو مثالب کے معائب میں

ہیں۔ مخالف اجماع اور معارض روایات متواترہ قرار دیکر ان روایات کو محتمل الطرح یا ماول ٹھہرایا ہے؛

(۳) مخدومی نواب محسن الملک مرحوم اٹاوی کی کتاب آیات بینات جلد اجزء اول کے جواب میں لکھنؤ کے ایک شیعہ مولوی خادم حسین نے رمی الجمرات نام کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب کے حوالجات مندرجہ ذیل قابل توجہ ہیں؛

رمی الجمرات جلد اصد ۱۶۲ میں لکھا ہے۔ سینکڑوں حدیثیں صحاح ستہ کی ہمارے علماء نے بغرض صحیح اپنی کتب میں مندرج کی ہیں۔ اور بمقتضائے آنکہ نقل کفر کفر نباشد۔ مصدق اس کے نہیں ہیں۔ آپ کو لازم تھا۔ کہ پہلے ان دونوں روایتوں کی تصدیق کلام سے ہمارے علماء کے ثابت کرتے۔ تب اوسکو مقام استدلال میں لاتے؛

رمی الجمرات جلد اصفحہ $\frac{215}{216}$ "کتاب غیر مشہور کی توثیق کلام علماء سے لازم تھی بعد اس کے ضرور تھا۔ اسکا ثابت کرنا کہ صاحب کتاب مصدق روایت ہے۔ کیوں نہیں جائز ہے۔ کہ اس روایت کو اہلسنت سے نقل کیا ہو۔ اور مصدق اس کا نہ ہو۔ . . . . تو ہم جواب اس کا یوں دینگے۔ کہ چونکہ مخالف سینکڑوں احادیث اور آیات کے ہے۔ جو مذمت ثلاثہ پر دلالت کرتی ہیں۔ اور مخالف مجمع علیہ امامیہ کے اور موافق مذہب عامہ کے ضرور ہے۔ کہ محمول بر تقیہ ہوئے؛

رمی الجمرات جلد اصفحہ ۲۷۹ میں لکھا ہے "حدیث روضہ کلینی اخبار احاد سے ہے۔ جو مقام اعتقاد میں بکار آمد نہیں ہے اور دیگر روایات مطابق اس کے نہیں ہیں اور یہ روایت موافق عامہ بھی ہے۔ اور اصل اس روایت کی اہلسنت کی کتابوں میں مذکور ہے۔ . . . پس محمول علی التقیہ بھی ہو سکتی ہے۔

رمی الجمرات جلد اصد ۲۹۳ میں لکھا ہے "روایت امر دیگر ہے۔ اور تصدیق روایت امر دیگر ہے؛

رمی الجمرات جلد ۲ صد ۶-۷ میں لکھا ہے "سینکڑوں حدیثیں موافق سنیوں کے ہماری کتب میں تقیتہً وارد ہیں۔ لیکن چونکہ آیات اور روایات قطعیہ اور مجمع علیہ ہمارے اصحاب کے خلاف ہیں۔ اور موافق مذہب عامہ ہیں۔ ہم انکو متروک اور محمول علی التقیہ کرتے ہیں؛

اسی جلد کے صفحہ ۳۳ میں لکھا ہے "شاہ جی نے تحفہ مسروقہ میں جو جوابات بحوالہ سیر و تواریخ مجہول الاسم مثل کہانیوں شاہنامہ کے دئیے ہیں۔ وہ مقابلہ میں احادیث اور کتب معتبرہ کے چل نہیں

سکتے ہیں"

اسی جلد کے صفحہ ۴۴ میں لکھا ہے۔ "متشابہات کی تاویل طرف محکمات کے کرنا شائع و ذائع بین الفریقین ہے"

پھر اسی جلد کے صفحہ ۳۹۴ میں لکھا ہے۔ "اول آپ کو ضرور تھا۔ کہ تواتر اس حدیث کا اقرار شیعہ سے ثابت کرتے۔ تب اس سے استدلال فرماتے۔ کیونکہ مدار اعتقاد شیعہ اوپر متواترات کے ہے۔ نہ اوپر اخبار احاد کے ہے۔ پس اگر کوئی حدیث خلاف احادیث متواترہ ہو۔ تو شیعہ اسکو قابل الطرح یا قابل التاویل مثل آیات تشبیہ و تجسیم جانینگے۔ پھر آپکا استدلال شیخ چلی کا خیال ٹھہر جائیگا"

اس تمہید کے بعد اب ہم ان روایات کے جواب عرض کرتے ہیں جو شیعہ صاحب کیطرف سے پیش ہوئی ہیں"

غزوہ احد

جواب روایت (۱) مورخ طبری محمد بن جریر نامی ایک شیعہ ہے جسکی تصنیفات سے ایضاح المسترشد وغیرہ کتابیں ہیں۔ دوسرا محمد بن جریر طبری سنی شافعی ہے۔ اس کی تاریخ کو تاریخ کبیر کہتے ہیں۔ معترض صاحب نے اگر شیعہ کی کتاب سے یہ روایت پیش کی ہے تو وہ اہلسنت کے مقابلہ میں حجت نہیں ہو سکتی۔ سنی کی کتاب سے روایت پیش کی ہے تو واضح ہو۔ کہ روایت امر دیگر ہے۔ اور تصدیق امر دیگر ہے (رمی الجمرات جلد صـ۲۹۳) پھر یہ روایت از قسم احاد ہے۔ جو عقاید میں حجت نہیں۔ یہ روایت دیگر احادیث صحیحہ کے بھی معارض ہے۔ اسلئے بھی حجت نہیں۔ بفرض صحت روایت مضمون روایت سے کوئی اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ میدان جنگ میں جب مومنین مختلف مقامات پر کفار سے لڑ رہے تھے۔ ناگہاں یہ خبر مشہور ہوئی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے۔ ایسی صورت میں عاشقان رسول اللہ صلعم کے دلوں کو جو صدمہ پہنچ سکتا ہے۔ وہ عقلمندوں پر پوشیدہ نہیں۔ اس پریشانی کے عالم میں اگر بعض مومنین جنگ سے رک کر یہ مشورہ کرنے میں مشغول ہو گئے ہوں۔ کہ اب لڑائی جاری رکھنا چاہیئے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی جو خبر مشہور ہوئی ہے۔ اس کی تحقیق کرنی چاہیئے۔ اور اگر یہ خبر خدا نخواستہ صحیح نکلے۔ تو پھر چونکہ بغیر سردار اور امام کے

مناسب نہیں کسی امیر یا امام کے نصب کے بعد حسب مصلحت وصوابدید اہل اسلام اسی وقت جنگ قائم رکھی جائے۔ یا اسوقت طرح دیکر کسی اور وقت پر شروع کیجائے تو ان مومنین کا یہ فعل قرآن وحدیث وعقل سلیم کے نزدیک ہرگز قابل اعتراض نہیں۔ بلکہ فی الحقیقت آیہ کریمہ متحیزا الی فئۃ کی ایک لطیف تفسیر ہے۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ انس بن نضر جو باوجود اس خبر سننے کے اعدائے دین سے لڑکر شہید ہو گئے۔ انکی نسبت کیا کہا جائیگا۔ تو جواب اسکا یہ ہے۔ کہ انس بن نضر کا یہ ذاتی اجتہاد تھا جسکی پابندی اور اہل الرائے پر لازمی نہ تھی۔ حضرت عمر فاروق کی رائے صائب اور مشورہ مناسب کا نیک نتیجہ اوسیوقت ظاہر ہوگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی خبر غلط ثابت ہوئی۔ حضرت عمر اور دیگر صحابہ کو زیارت نبوی اور مکرر جان نثاری کا موقع ملا۔ جس سے اسلامی شکست تقریباً فتح یا مساوی التوائے جنگ سے مبدل ہو گئی۔ اور آئندہ اسلامی فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔ پس شیعہ صاحب کا اعتراض محض لغو و بے بنیاد ہے؀

جواب روایت (۲) یہ روایت بھی اسی طبری کی ہے اور اسپر بھی وہی اعتراض ہے جو روایت اول کے مطابق لکھا گیا۔ علاوہ بریں یہ روایت بھی از قسم احاد ہے۔ جو عقائد میں حجت نہیں۔ اور احادیث صحیحہ کے معارض ہے۔ بفرض صحت روایت بمضمون روایت سے کوئی اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ کیونکہ جو مسلمان اس لڑائی میں مسلمانوں کی شکست دیکھ کر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سنکر بھاگ گئے۔ اور پھر آپ کے زندہ ہونیکی خبر پاکر خدمت نبوی میں قتال کفار کیواسطے حاضر ہو گئے۔ ان پر آیہ کریمہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئۃ کے مطابق کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ رہی یہ بات کہ حضرت رسالت مآب آوازیں دے رہے تھے۔ کہ بندگان خدا کہاں جاتے ہو۔ میری طرف آؤ۔ مگر بعض صحابہ پھر بھی بھاگ گئے۔ اسکا جواب یہ ہے۔ کہ یہ اعتراض اسوقت ہو سکتا ہے۔ جب پہلے یہ ثابت کر دیا جائے۔ کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک سن لی تھی۔ اور کفار کیطرف سے آنحضرتؐ تک ان کے پہنچنے میں کوئی روک نہ تھی۔ مگر اسے ہم تسلیم نہیں کرتے۔ ومن ادعے فعلیہ البیان کتب سیر و تواریخ میں لکھا ہے کہ غزوہ احد میں جب مسلمانوں کی فتح کے بعد ناگہاں شکست کی نوبت پہنچی۔ اور آنحضرتؐ کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو اسوقت مسلمانوں کو

اسقدر بدحواسی چھائی۔ کہ حذیفہؓ کے باپ کو جو مسلمان تھے۔ خود مسلمانوں نے قتل کر دیا۔ حالانکہ حذیفہؓ چلا چلا کر کہتے رہے۔ کہ میرا باپ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح زندگی میں سب سے قدیم کتاب "سیرۃ ابن ہشام" ہے۔ جسمیں غزوہ احد کے بیان میں لکھا ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مسلمانوں کی شکست اور لوگوں میں حضورؐ کے قتل کی خبر مشہور ہونیکے بعد جس شخص نے اول آپؐ کو دیکھکر پہچانا۔ وہ کعب بن مالک تھے۔ یہ کہتے ہیں۔ میں نے خودوں میں سے حضورؐ کی دونوں آنکھیں چمکتی ہوئی دیکھکر آپؐ کو پہچانا۔ اور پکار کر آواز دی۔ کہ اے معشر مسلمین خوش ہو جاؤ۔ یہ رسول خداؐ صحیح و سلامت موجود ہیں۔ حضورؐ نے میری طرف اشارہ فرمایا کہ خاموش رہو۔

ابن اسحاق کہتے ہیں۔ جب مسلمانوں نے حضورؐ کو پہچان لیا۔ سب آپؐ کی طرف آنے شروع ہوئے۔ اور آپؐ ان کو لیکر گھاٹی کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور آپؐ کے ساتھ ابو بکر صدیقؓ اور عمرؓ بن خطاب اور حضرت شیر خدا علی مرتضےٰؓ اور طلحہؓ بن عبید اللہ اور زبیر بن عوام اور حرث بن صمہ وغیرہ بہادران صحابہؓ حاضر تھے۔ ... ابن اسحاق کہتے ہیں حضورؐ اپنے چند صحابہؓ کے ساتھ پہاڑ کی گھاٹی پہ پہنچے تھے۔ جو کفاروں کے ایک گروہ نے گھاٹی پر حملہ کیا۔ اور ان کفاروں میں خالد بن ولید بھی تھا۔ حضورؐ نے اس وقت دعا کی کہ اے اللہ یہ لوگ ہمارے پاس نہ پہنچ سکیں۔ اور عمرؓ بن خطاب نے چند مہاجرین کے ساتھ ان مشرکین کا مقابلہ کیا۔ اور مارتے مارتے ان کو بھگا دیا۔

سیرۃ ابن ہشام مؤلفہ علامہ ابو محمد عبد الملک بن محمد بن ہشام کا اردو ترجمہ مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور صـ ۲۹۷-۲۹۸۔ اس کے مطابق تاریخ طبری میں لکھا ہے۔ ونهض نحو الشعب معه علی بن ابیطالب وابوبکر بن ابی قحافه وعمر بن الخطاب وطلحه بن عبید الله والزبیر بن العوام والحارث بن الصمه فی رهط من المسلمین طبری جلد ۳ مطبوعہ مصر صـ ۱۴۰۷

ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت عمرؓ بن خطاب نے اسوقت حسان بن ثابت سے فرمایا۔ اے ابن فریعہ تم سن رہے ہو۔ کہ ہندہ پتھر پر چڑھی ہوئی کیا کیا ہجو کر رہی ہے اور حضرت حمزہؓ کی لاش کے ساتھ جو جو گستاخیاں اس نے کی ہیں۔ ان کے گیت بنا کر گا رہی ہے۔ تم اسکو جواب

کیوں نہیں دیتے؟ (سیرۃ ابن ہشام مترجم ص ۳۰۱)

تلخیص الصحاح میں غزوہ احد کے متعلق براء بن عازب سے روایت ہے۔ کہ اسدن ہم مشرکوں سے ملے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازوں کا ایک لشکر (پہاڑ کے ناکے پر) بٹھایا اور عبداللہ بن جبیر کو ان پر سردار کیا۔ اور فرمایا۔ کہ تم اپنے مکان سے نہ ہٹو۔ اگرچہ تم ہمکو دیکھو۔ کہ ہم کافروں پر غالب ہوئے۔ اور تم اپنی جگہ سے نہ ہٹیو اگرچہ تم کافروں کو دیکھو۔ کہ ہم پر غالب ہوئے۔ سو ہماری مدد نہ کرنا۔ پھر جب ہمارا ان سے مقابلہ ہوا۔ تو کافروں کو شکست ہوئی۔ یہانتک کہ مینے عورتوں کو دیکھا۔ کہ پہاڑ میں پنڈلیوں سے کپڑا اٹھائے ہوئے دوڑتی ہیں۔ ان کی پازیبیں کھلی ہیں۔ اور کہنے لگے۔ غنیمت لو۔ غنیمت لو۔ عبداللہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد کیا ہے۔ کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹو۔ انہوں نے نہ مانا۔ پھر جب انہوں نے کہنا نہ مانا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے منہ پھیر دئیے یعنی جب ناکہ خالی ہوگیا۔ تو کافر ادھر سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ اور مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اور ان میں سے ستر آدمی شہید ہوئے۔ تو ابو سفیان نے جھانکا اور کہنے لگا۔ کہ کیا مسلمانوں کی قوم میں محمد موجود ہیں۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو جواب مت دو۔ پھر اس نے کہا۔ کہ کیا مسلمانوں میں ابی قحافہ کا بیٹا یعنی ابوبکرؓ ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اسکو جواب مت دو۔ پھر اس نے کہا۔ کہ کیا قوم میں عمرؓ بن خطاب موجود ہے۔ سو ہم سے کسی نے اس کو جواب نہ دیا۔ تو ابو سفیان نے کہا۔ کہ یہ لوگ مارے گئے اور اگر زندہ ہوتے۔ تو جواب دیتے۔ تو عمرؓ فاروق نہ رہ سکے۔ (بول اٹھے) سو انہوں نے کہا۔ کہ اے دشمن اللہ کے۔ تو جھوٹا ہے۔ اللہ نے زندہ رکھے ہیں وہ لوگ جو تجھکو ذلیل کریں۔ تو ابو سفیان کہنے لگا۔ اونچا ہوا ہے ہبل (ایک بت کا نام ہے) تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اسکو جواب دو۔ اصحابؓ نے عرض کیا۔ کہ ہم کیا کہیں۔ فرمایا۔ کہو۔ اللہ اعلیٰ واجل یعنی اللہ سب سے اونچا اور بزرگتر ہے تو ابو سفیان نے کہا۔ کہ ہمارے لئے عزیٰ (بت کا نام ہے) ہے۔ اور تمہارا کوئی عزیٰ نہیں۔ تو حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اسکو جواب دو۔ اصحابؓ نے عرض کیا۔ کہ ہم کیا کہیں فرمایا۔ کہ کہو۔ ہمارا مولےٰ اللہ ہے۔ اور تمہارا

کوئی مولیٰ نہیں۔ ابوسفیان نے کہا۔ کہ یہ دن بدلے دن بدر کے ہے۔ اور لڑائی مثل ڈول کے ہے۔ اور تم بعض قومی ناک کان کٹا پاؤگے۔ نہ مینے اس کا حکم کیا ہے۔ اور نہ مجھکو برا لگتا ہے۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اسکو جواب دو۔ اصحابؓ نے عرض کیا۔ کیا کہیں۔ فرمایا۔ کہو برابر نہیں۔ ہمارے مقتول مُردے بہشت میں داخل ہونگے۔ اور تمہارے مقتول آگ میں داخل ہونگے۔ بخاری اور ابوداؤد اس کے راوی ہیں۔ اس کے قول تک کہ مجھکو بُرا نہیں لگتا۔ اور باقی ۔ رزین نے روایت کی ہے۔ (تلخیص الصحاح جلد چہارم صفحہ ۲۸۷-۲۸۸۔ مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور۔

تواریخ حبیب اللہ میں غزوہ احد کے متعلق لکہا ہے۔ کہ "بعد رونق افروزی آپؐ کے مدینہ طیبہ میں خبر پہونچی۔ کہ ابوسفیان بعد پہرنے کے پشیمان ہوا۔ اور کہنے لگا۔ کہ غلبہ ہمنے پایا تہا۔ محمدؐ کا کام کیوں تمام نہیں کیا۔ اب وہ مع لشکر پہر آتا ہے۔ آپؐ نے یہ خبر سنتے ہی حکم دیا۔ کہ لشکر بتعاقب ابوسفیان روانہ ہو اور خود بنفس نفیس مع لشکر روانہ ہوئے۔ اور ان ہی لوگونکو ہمراہ لیا۔ جو شریک غزوہ احد تھے۔ باآنکہ وہ لوگ خستہ اور زخمی تھے۔ حسب الحکم ہمرکابی روانہ ہوئے۔ آیہ الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابہم القرح للذین احسنوا منہم واتقوا اجر عظیم ان کی شان میں ہے۔ ابوسفیان نے جب یہ حال سنا۔ ڈر گیا اور ہمراہیوں نے اس سے کہا کہ نام فتح کا ہوگیا ہے۔ پہرنے میں کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ بات الٹ جائے ابوسفیان نے مدینہ کیطرف رُخ نہ کیا۔ اور بعجلت مکّہ کو روانہ ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند منزل تعاقب کرکے باشوکت وعظمت مدینہ طیبہ کو واپس لائے منزل حمراء الاسد تک آپؐ تشریف لیگئے تھے لہذا یہ سفر حمراء الاسد کہلاتا ہے۔ (تواریخ حبیب اللہ مطبوعہ مطبع محمدی کانپور ۷۶-۷۷)

اسی موقعہ پر شمس التواریخ میں لکھا ہے کہ امام بخاری باب المغازی میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ستر مسلمان جن میں صدیق اکبرؓ بھی شامل تھے۔ ان کا تعاقب کرنے کو گئے تھے۔ (شمس التواریخ۔ خلافت صدیق۔ مطبع لائح النور آگرہ۔ صہ۲۶)

حوالجات مذکورہ بالا سے ظاہر ہے۔ کہ غزوہ احد میں شیخین میدان جنگ سے ہرگز فرار نہیں ہوئے؛

جواب روایت نمبر۳۔ تیسری روایت جو معترض نے پیش کی ہے۔ وہ بھی طبری ہی کی ہے۔

طبری کے متعلق جو کچھ ہم لکھ چکے ہیں۔ وہ اس موقعہ پر بھی پڑھ لیا جائے۔ اور اس روایت کے متعلق یہ گذارش ہے۔ کہ یہ روایت سبائیہ کمیٹی کے کسی ممبر کی گڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اور جہانتک شیخین رضی کا اس روایت سے تعلق بیان کیا جائے۔ وہاں تک یہ روایت سراسر موضوع و باطل و معارض روایات صحیحہ ہے۔ اس لئے ہمیں تسلیم نہیں ؛

جوابات روایت نمبر۴ ۔ یہ امر مسلّمہ ہے۔ کہ غزوہ احد میں مسلمانوں کی شکست دیکھکر اور آنحضرتؐ کی خبر شہادت سنکر حضرت عثمان رض مدینہ بھاگ گئے تھے۔ اور آنحضرتؐ کے زندہ ہونے کی خبر سنکر پھر حضور رسالت مآبؐ میں حاضر ہو گئے۔ مگر یہ واقعہ معترض کے لئے کچھ فائدہ بخش نہیں۔ کیونکہ مقابلہ کفار سے مطلق فرار قرآنی تعلیم کے مطابق ممنوع نہیں بلکہ بعض قیود کے ساتھ ممنوع ہے۔ اور بعض قیود کے ساتھ لا باس بہ ہے۔ پس تقریب دلیل معترض ناتمام ہے مفصل جواب پہلی روایت کے جواب میں ہم لکھ چکے ہیں۔ حاجت اعادہ نہیں ؛

جواب روایت ۵ ۔ تفسیر کبیر کی عبارت نقل نہیں کی گئی۔ صرف ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اسلئے ہم اس روایت کو تسلیم نہیں کرتے۔ مان بھی لیا جائے کہ اس مضمون کی روایت تفسیر کبیر میں موجود ہے تاہم روایت امر دیگر ہے اور تصدیق روایت امر دیگر ہے (رمی الجمرات جلد اص ۲۹۳) تصدیق بھی فرض کر لیجائے۔ تو بھی اس روایت سے معترض کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس روایت میں بھی مطلق مطلق بھاگنا اور پھر حضرت نبوی میں حاضر ہونا لکھا ہے۔ اور یہ امر بنیاد اعتراض نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں ؛

جواب روایت ۶ ۔ تفسیر درمنثور سیوطی کی عبارت بھی نقل نہیں کیگئی۔ صرف ترجمہ خلاصۃً درج کیا گیا ہے۔ اسلئے ہم روایت تسلیم نہیں کرتے۔ مان بھی لیا جائے کہ اس مضمون کی کوئی روایت تفسیر درمنثور میں موجود ہے تو روایت امر دیگر ہے۔ اور تصدیق روایت امر دیگر ہے (رمی الجمرات جلد اص ۲۹۳) کیوں نہیں جائز ہے۔ اس روایت کو اہل التشیع سے نقل کیا ہو۔ اور مصدق اسکا نہ ہو۔ (قاعدہ ۵ مندرجہ رمی الجمرات جلد اص ۲۱۵ - ۲۱۶) یہ روایت معارض احادیث صحیحہ و مخالف اجماع اہلسنت ہے اسلئے بھی قابل تسلیم نہیں۔ معترض صاحب اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ تو اس میں سب کا فرار ہونا لکھا ہے۔ اور سب میں حضرت علی رض اور دیگر صحابہ رض مقبولین اہل التشیع بھی داخل ہیں۔

فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔ بالآخر گذارش ہے۔ کہ اصل واقعہ وہی ہے۔ جو سیرۃ ہشام صـــ۲۹۸ و ۲۹۹ سے ہم پہلے دکھلا چکے ہیں۔ کہ حضورؐ اپنے صحابہؓ کے ساتھ پہاڑ کی گھاٹی پر پہنچے تھے۔ جو کفاروں کے ایک گروہ نے گھاٹی پر حملہ کیا۔۔۔۔۔ اور عمرؓ بن خطاب نے چند مہاجرین کے ساتھ ان مشرکین کا مقابلہ کیا۔ اور مارتے مارتے ان کو بھگا دیا۔ کفار جب اسطرح بھاگے۔ تو حضرت عمرؓ پہاڑی پر چڑھ کر کسی جگہ سے اگر انکو جھانک کر دیکھتے ہوں۔ کہ وہ بھاگ کر چلے گئے یا پھر حملہ کرنیوالے ہیں۔ تو یہ بات کمال خیرخواہی اسلام پر دلالت کرتی ہے۔ اس پر اعتراض وہی شخص کر سکتا ہے۔ جو دشمن اسلام ہو۔

کتاب ترجمہ مغازی الرسول حصہ اول مطبع منشی نولکشور صـــ۲۱۹ میں لکھا ہے۔ اور کہا رافع بن خدیج راوی نے۔ پھر اسوقت رسولخداؐ نے ہم لوگوں کو طلب کیا۔ اور قتال و جہاد پر آمادہ کرنے لگے۔ اور میں دیکھتا تھا۔ کہ فلاں وفلاں یعنی لوگوں کو کہ قلعہ کوہ پر چڑھے جاتے ہیں۔ تب اسوقت شیطان نے صیحہ کیا۔ کہ محمدؐ قتل ہوئے۔ یعنی اسلیئے کہ مسلمان مفرور ہو جائیں چنانچہ عمرؓ کہتے ہیں۔ کہ میں اسوقت آگے بڑھا۔ اور جبل پر مثل بزکوہی کے چڑھ گیا۔ پھر میں رسول خدا کی خدمت میں پہنچا۔ اس وقت وہ فرما رہے تھے۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل ط۔ اب سیرۃ ابن ہشام کی روایت اور مغازی الرسول وغیرہ کی روایتوں کو ملا کر پڑھنے اور غور و فکر سے کام لینے سے یہ بات روز روشن کیطرح ظاہر ہو جاتی ہے۔ کہ حضرت عمرؓ گھاٹی سے کافروں کو مار کر بھگانے کے بعد یہ دیکھتے تھے کہ مفرور کفار لوٹکر حملہ تو نہیں کرنا چاہتے۔ حضرت رسولخداؐ کی خدمت میں وہاں پہنچ گئے۔ جہاں آپؐ وہ گھاٹی چڑھ کر پہلے پہنچ گئے تھے۔ اور دیگر مسلمان پہاڑ پر آنحضرتؐ کی تشریف فرما ہونیکی خبر پاکر قلعہ کوہ پر اسی غرض سے چڑھ گئے تھے۔ پس حضرت عمرؓ کا بلندی کوہسار پر چڑھنا جنگ سے فرار نہ تھا۔ بلکہ قلبی شجاعت اور فن جنگ کی لیاقت کا اظہار بغرض تلاش سید الابرار بسبب اشتیاق دیدار رسولؐ مختار تھا مگر کسی نے سچ کہا ہے ؎ ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیب است۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسی واقعہ کو سبائیہ کمیٹی کے کسی ممبر نے تراش خراش کر کے کچھ سے کچھ بنا دیا ہے۔ اور سیوطی نے اسے تقیہ شریف کے دام میں پھنسکر بالغرض تہ دیا۔ تفسیر میں درج کر دیا ہے

جواب روایت ۷ ۔ تاریخ خمیس کی عبارت بھی نقل نہیں کی گئی ۔ صرف ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے ۔ اس لئے ہم اس روایت کو تسلیم نہیں کرتے ۔ مان بھی لیا جائے ۔ کہ اس مضمون کی روایت تاریخ خمیس میں موجود ہے ۔ تاہم روایت امر دیگر ہے ۔ اور تصدیق روایت امر دیگر ہے ۔ (بمی الجہرات جلد اص ۲۹۳) تصدیق بھی فرض کر لیجائے ۔ تو بھی اس روایت سے معترض کا مدعا ثابت نہیں ہوتا ۔ کیونکہ لڑائی میں مشغول ہونیکا حکم مومنین کو خود حضرت رسولخدا صلعم نے دیا تھا ۔ اور لڑائی کسی کوٹھڑی میں نہیں ہوتی تھی ۔ بلکہ ایک وسیع میدان میں متصل جبل احد ہوئی تھی ۔ پھر لڑائی میں مشغول ہونیوالے حضرت رسولخدا کے پاس ہر وقت کیسے رہ سکتے تھے ۔ سوائے ان لوگوں کے جنکو حضرت رسول خدا صلعم نے اپنے پاس بطور باڈی گارڈ کے رکھا ہو ۔ ایسی صورت میں وہ مومنین جو بحکم رسالت مآب آپ کو بیڈ کوارٹر پر چھوڑ کر کفار سے قتال میں مصروف ہوں ۔ کیونکر قابل اعتراض ہو سکتے ہیں ۔ بالفرض اگر یہ بات قابل اعتراض ہے ۔ تو اس اعتراض سے حضرت علیؓ اور دیگر صحابہؓ مقبولین شیعہ بھی کسی طرح بچ نہیں سکتے ۔ کیونکہ وہ بھی آنحضرت کو چھوڑ کر چلے گئے تھے ۔ معلوم ہوتا ہے ۔ کہ شیعوں کے نزدیک جان نثاری کے ساتھ آنحضرتؐ کی حکم کی تعمیل بھی قابل اعتراض بات ہے ۔ استغفراللہ ! روایت کا ماحصل یہ ہے ۔ کہ وہ مومنین جو قتال کفار میں مصروف تھے ۔ ناگہاں حضرت رسول خداؐ کے قتل کی خبر سنکر اوس مقام کیطرف دوڑے ۔ جہاں حضرت رونق افروز تھے ۔ اُن میں حضرت ابوبکرؓ کا نمبر اول تھا ۔ پس یہ امر تو موجب فضیلت ابوبکرؓ ہے ۔ نہ جائے اعتراض و وجہ ملامت ؟

جواب روایت ۸ ۔ روضۃ الصفا کی یہ روایت محض لغو ہے ۔ ہم اسے تسلیم نہیں کرتے احادیث صحیحہ اس کے معارض موجود ہیں ۔ علاوہ بریں یہ روایت بھی از قسم احاد ہے ۔ جو عقائد میں حجت نہیں ۔ صاحب روضۃ الصفا کا اہلسنت سے ہونا بھی ہمکو مسلم نہیں ۔ خود صاحب روضۃ الصفا نے اس روایت کو وثوق کے ساتھ نہیں لکھا ۔ بلکہ اس روایت کی نسبت واللہ اعلم بصحتہ کہا ہے ۔ چنانچہ عبارت روضۃ الصفا جلد دوم صہ ۱۰۸ حسب ذیل ہے :۔

و در بعضے روایات آمدہ واللہ اعلم بالصحتہٖ۔ بدیں اسعید وہب از عبداللہ بن مسعود پرسید
کہ چناں شنیدہ ام کہ در روز احد بغیر از علیؓ و ابو دجانہ و سہل بن حنیف کسے نزد پیغمبر نماندہ بود
بعد از ساعتے عاصم بن ثابت و طلحہ بن ثابت آمدہ در خدمت خیر البشر کمر بستہ بودند۔ آیا ایں
خبر بیان واقع است۔ گفت بلے۔ و پرسیدم۔ کہ ابو بکرؓ و عمرؓ کجا بودند۔ گفت ایشاں
نیز بگوشہ رفتند۔ و در روز سوم از جنگ بخدمت آں سرورؐ فائز شدند۔ حضرت رسولؐ فرمود
کہ بدرستیکہ دریں واقعہ بعرض رفتہ اند۔ اسی روضۃ الصفا جلد دوم ص۱۴۲ میں کشف الغمہ
سے جو روایت نقل کی ہے۔ وہ روایت زیر بحث کی تردید کیلئے کافی ہے۔ اور وہ روایت
یہ ہے۔ کہ در کشف الغمہ مسطور است۔ کہ چہاردہ کس از اصحاب نزد آں قدوۂ احباب
ماندند۔ ہفت تن از انصار و ہفت تن از مہاجراں علیؓ و ابو بکرؓ و عبد الرحمٰنؓ بن عوف و
سعد بن ابی وقاص و طلحہ و زبیر و ابو عبیدہ جراح۔ و از انصار خباب ابن المنذر۔ و
ابودجانہ و عاصم بن ثابت و حارث بن سہل۔ و اسید بن حضیر۔ و سعد بن عبادہ۔ و
محمد بن مسلمہ۔ و ہر یک از ایشاں بدفع جمعے از مشرکان قیام مے نمودند۔ و با وجود کثرت
اعدا بعنایت حق عز و علا آسیبے بجانب ہیچ یک از انہا نرسید"
اور صفحہ ۱۱۵ میں لکھا ہے۔ "چوں مخالفاں را داعیہ بازگشتن بمکہ پیدا شد۔ خواستند کہ
بیقین معلوم کنند۔ کہ خواجہ کائنات در زمرہ احیاست۔ یا از جملہ اموات است۔ ابو سفیان
نزدیک بکوہ آمدہ فریاد برآورد۔ کہ آیا محمدؐ درمیان شما ہست۔ اصحاب بفرمودہ سرور احباب
جواب ندادند۔ باز نعرہ زد۔ کہ پسر ابی قحافہ درمیان قوم ہست؟ ایں نوبت نیز جواب نگفتند۔
چوں نوبت سوم از فاروقؓ پرسید۔ ہیچ جواب نشنید۔ روے بہم کیشاں خود آوردہ گفت
جمیع ایناکہ نام بردم ہمہ کشتہ شدند۔ چہ اگر زندہ مے بودند۔ جواب میدادند۔ ازیں سخن
عمر بے طاقت شدہ گفت۔ اے دشمن خدا دروغ گفتی۔ چہ آنہا کہ ترا از حیات ایشاں کراہت
مے آید۔ زندہ اند"
اور صفحہ ۱۱۶ میں لکھا ہے۔ "چوں خبر عزیمت مخالفان در معاودت بمسامع علیہ رسید۔
سرور عالمیان خواست۔ کہ رعب و خوف در دل دشمناں انداز دو داند۔ کہ اہل اسلام را

شوکت باقی است۔ لاجرم در یوم الاحد کہ روز پسیں واقعہ احد بود۔ فرمود تا بلال منادی کرد۔
کہ رسول خدا مے فرماید۔ کہ بطلب دشمناں بشتابید و باید کہ بغیر از حضار معرکہ احد بیروں نیایند۔
اشراف مہاجر و اعیان انصار کہ فرمان رسولخدا شنیدند۔ با آنکہ اکثر جراحات متعدد داشتند۔
کمر انقیاد بمیاں بستند۔ و حضرت مقدس نبوی سلاح پوشیدہ بر سر راہے ایستادہ تا حامیان
حوزہ اسلام باو ملحق شدند۔ و در زمان سالکان طریق ایں آیہ نازل شد۔ الذین استجابوا
للہ والرسول من بعد ما اصابھم القرح للذین احسنوا منھم واتقوا اجر عظیم
و بغیر از جابر بن عبد اللہ انصاری کہ در تخلف از حرب عذرے مسموع مقبول گشت۔ ہیچکس را
از موافقان رخصت نداده علم خود را بحضرت علیؓ داد۔ و بعضے گویند۔ کہ با ابو بکرؓ تفویض فرمودہ
تا بجمراء الاسد رفت ۔

جواب روایت ۹ ۔ حبیب السیر کی عبارت نقل نہیں کی گئی۔ نہ ترجمہ لکھا گیا۔ خلاصہ کسی
روایت کا اپنے خیال کے مطابق یہ لکھا ہے۔ کہ حضرات ثلثہ بھاگنے والوں میں تھے ہیں۔
پھر یوں طعنہ زنی کی ہے "وہ کیسے یہ کیسے ایماندار مہاجرین و انصار تھے؟" معترض صاحب
کو چاہئے۔ کہ پہلے اپنے اعتراض کو ثابت کر دکھائیں۔ پھر شوق سے طعنہ زنی فرمائیں۔ یہ مثل
مشہور ہے۔ ثبت العرش ثم النقش۔ ہاں اعتراض کرنے کے وقت جناب امیرؓ کے اس
کلام حکمت نظام کو خوب مدنظر رکھیں "تم پر وہ فرار دشوار نہ ہو۔ جسکے بعد تمہیں پھر لڑائی
کی طرف آنا ہو۔ تم پر دشمن کیجانب سے وہ پلٹنا مشکل نہ ہو۔ جس کے بعد پھر حملہ کرنا مدنظر
ہو۔ (نہج البلاغۃ مترجم صد ۳۸۶-۳۸۷)

جواب روایت ۱۰ ۔ یہ روایت قطعی الصدور نہیں۔ از قسم احاد ہے۔ جو عقائد میں
حجت نہیں۔ مضمون روایت سے کوئی اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ قتادہ کہتے ہیں۔ مسلمان
بھاگ گئے۔ اچھا مان لیا۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ میں بھاگا۔ یہ بھی مان لیا۔ پھر وہ کہتے ہیں۔ فاذا
عمر بن الخطاب فی الناس۔ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔ کہ پس ناگہاں عمر بن خطاب لوگوں
میں آ موجود ہوئے۔ یا دکھلائی دئے۔ ان الفاظ سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ کہ عمر بن خطاب
بھی لڑائی سے بھاگ گئے تھے۔ آگے چلکر قتادہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے کہا کہ یہ کیا حال ہے۔ ہم لوگوں کا۔

شوکت باقی است۔ لاجرم در یوم الاحد کہ روز پسیں واقعہ احد بود۔ فرمود تا بلال منادی کرد۔
کہ رسول خدا مے فرماید۔ کہ بطلب دشمناں بشتابید و باید کہ بغیر از حضار معرکہ احد بیروں نیایند۔
اشراف مہاجر و اعیان انصار کہ فرمان رسول خدا شنید ند۔ با آنکہ اکثر جراحات متعدد داشتند۔
کمر انقیاد بہ میاں بستند۔ و حضرت مقدس نبوی سلاح پوشیدہ بر سر راہے ایستادہ تا حامیان
حوزہ اسلام با و ملحق شدند۔ و در زمان سالکان طریق ایں آیہ نازل شد۔ الذین استجابوا
للہ والرسول من بعد ما اصابھم القرح للذین احسنوا منھم واتقوا اجر عظیم
و بغیر از جابر بن عبداللہ انصاری کہ در تخلف از حرب عذرے مسموع مقبول گشت۔ ہیچکس را
از موافقان رخصت نداد۔ و علم خود را بحضرت علیؓ داد۔ و بعضے گویند۔ کہ با ابوبکرؓ تفویض فرمودہ
تا بحمراء الاسد رفت؎

جواب روایت ۹۔ حبیب السیر کی عبارت نقل نہیں کی گئی۔ نہ ترجمہ لکھا گیا۔ خلاصہ کسی
روایت کا اپنے خیال کے مطابق یہ لکھا ہے۔ کہ حضرات ثلثہ بھاگنے والوں میں لکھے ہیں۔
پھر یوں طعنہ زنی کی ہے۔ وہ کیسے ایماندار مہاجرین و انصار تھے؟ معترض صاحب
کو چاہئیے۔ کہ پہلے اپنے اعتراض کو ثابت کر دکھائیں۔ پھر شوق سے طعنہ زنی فرمائیں۔ یہ مثل
مشہور ہے۔ ثبت العرش ثم النقش۔ ہاں اعتراض کرنے کے وقت جناب امیرؓ کے اس
کلام حکمت نظام کو خوب مدنظر رکھیں۔ تم یہ وہ فرار دشوار نہ ہو۔ جسکے بعد تمہیں پھر لڑائی
کی طرف آنا ہو۔ تم پر دشمن کیجانب سے وہ پلٹنا مشکل نہ ہو۔ جس کے بعد پھر حملہ کرنا مدنظر
ہو۔ (نہج البلاغہ مترجم صد ۳۸۶-۳۸۷)

جواب روایت ۱۰۔ یہ روایت قطعی الصدور نہیں۔ از قسم احاد ہے۔ جو عقائد میں
حجت نہیں۔ مضمون روایت سے کوئی اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ قتادہ کہتے ہیں مسلمان
بھاگ گئے۔ اچھا مان لیا۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ میں بھاگا۔ یہ بھی مان لیا۔ پھر وہ کہتے ہیں۔ فاذا
عمر بن الخطاب فی الناس۔ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔ کہ پس ناگہاں عمر بن خطاب لوگوں
میں آموجود ہوئے۔ یاد کھلائی دیئے۔ ان الفاظ سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ کہ عمر بن خطاب
بھی لڑائی سے بھاگ گئے تھے۔ آگے چلکر قتادہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے کہا کہ یہ کیا حال ہے۔ ہم لوگوں کا

ہیں مشرکوں کے ساتھ نہ آیا تھا۔ اب آیا ہے۔ اور مسلمانوں سے کہہ رہا ہے۔ کہ میرے مقابل کون آتا ہے۔ حضرت علیؓ اس کے مقابل گئے اور اس سے کہا۔ اے عمرو کیا تو نے خدا سے عہد نہیں کیا تھا۔ کہ جو شخص قریش میں سے تجھکو دو خصلتوں میں سے اچھی خصلت کیطرف بلائیگا۔ تو اس خصلت کو قبول کریگا۔ عمرو نے کہا ہاں میں نے عہد کیا تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ بس میں تجھکو خدا اور رسولؐ اور اسلام کیطرف بلاتا ہوں۔ عمرو نے کہا مجھکو اس کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ پھر میرے مقابل آ میں تجھکو جنگ کیطرف بلاتا ہوں۔ عمرو نے کہا۔ کیوں اے میرے بھتیجے میں تجھکو قتل کرنا نہیں چاہتا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا قسم ہے خدا کی میں تجھکو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ اس جواب سے عمرو بہت خفا ہوا۔ اور اپنے گھوڑے سے اتر کر پہلے گھوڑے کی کونچیں کاٹ کر ہلاک کیا۔ پھر حضرت علیؓ پر تلوار ماری۔ حضرت نے اسکا وار رد کر کے ایسا ہاتھ مارا۔ کہ صاف دو ٹکڑے کر دیا۔ اور باقی قریشیوں کو بھی مارتے مارتے خندق سے باہر نکال کر بھگا دیا۔ اور عکرمہ بن ابی جہل ایسا بدحواس ہو کر بھاگا۔ کہ اپنا نیزہ بھی پھینک گیا۔

یہ واقعات ہم تسلیم کرتے ہیں باقی معترض صاحب نے جو کچھ اس اعتراض کی تقریر میں تحریر فرمایا ہے۔ وہ ہمارے نزدیک افسانہ ہے۔

جواب روایت ۲۔ غزوہ خندق کے متعلق حذیفہ بن یمان کی روایت جسطرح معترض نے لکھی ہے۔ وہ ہم تسلیم نہیں کرتے۔ ہمارے نزدیک صحیح اسقدر ہے جسقدر سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۲۴۴ میں لکھا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ "ابن اسحاق کہتے ہیں۔ اہل کوفہ میں سے ایک شخص نے حذیفہ بن یمان سے کہا۔ کہ کیا آپ نے رسول خداؐ کو دیکھا ہے۔ اور ان کی صحبت میں رہے ہیں۔ حذیفہ نے کہا۔ ہاں۔ اس شخص نے کہا پس آپ کسطرح کام کرتے تھے۔ حذیفہ نے کہا ہم بڑی محنت کرتے تھے۔ اس شخص نے کہا۔ اے حذیفہ اگر ہم لوگ حضورؐ کے زمانہ میں ہوتے تو آپ کو کبھی زمین پر چلنے نہ دیتے۔ اپنی گردنوں پر سوار رکھتے۔ حذیفہ نے کہا اے میرے بھائی کے فرزند میں خندق کی جنگ میں حضورؐ کے ساتھ تھا۔ حضورؐ نے عشاء کی نماز کے بعد صحابہؓ سے فرمایا۔ کہ ایسا کون شخص ہے۔ جو ہمکو مشرکین کی خبر لا دے۔ [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] اسکے واسطے دعا کرتا ہوں۔ کہ اس شخص کو جنت میں میرا رفیق کرے۔ حذیفہ کہتے ہیں۔ خوف اور بھوک اور سردی کی

شدت سے کوئی شخص کھڑا نہ ہوا۔ تب حضورؐ نے مجھکو طلب کیا میں کھڑا ہوا حضورؐ نے مجھسے فرمایا کہ تم جا کر دیکھو۔ کہ مشرک کیا کر رہے ہیں۔ اور کسی سے کچھ نہ کہنا۔ سیدھے ہمارے پاس چلے آنا۔ اور حذیفہ کہتے ہیں میں جب مشرکوں میں پہنچا۔ تو میں نے دیکھا کہ آندھی نے سب کو پریشان کر رکھا ہے۔ نہ آگ جلتی ہے۔ نہ خیمہ کھڑا ہوتا ہے۔ پھر اوسیوقت ابوسفیان کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا۔ اے قریش قسم ہے خدا کی تم ایسی جگہ میں آن کر ٹھہرے ہو۔ کہ جہاں جوتیاں تک ٹوٹ گئیں۔ اور بنو قریظہ نے ہم سے عہد خلافی کی اور ایسی باتیں کیں جو ہم کو بہت ناگوار گذریں۔ اور ہوا نے ہم کو ایسا پریشان کیا ہے۔ کہ کسیطرح کا ہمکو اطمینان نہیں ہے۔ نہ آگ جلتی ہے نہ خیمہ قائم رہتا ہے۔ پس میں تو یہ مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ اب تم مکہ کو واپس چلے چلو۔ اور پھر ابوسفیان اپنے اونٹ کے پاس آیا۔ اس کے پیکڑہ بندھا ہوا تھا۔ ابوسفیان بدحواسی میں اونٹ پر سوار ہو کر اسکو مارنے لگا۔ تب ایک اور شخص نے اس کا پیکڑہ کھولدیا۔ اور ابوسفیان روانہ ہوا۔ حذیفہ کہتے ہیں۔ پھر میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ اس وقت کھڑے ہوئے۔ ایک چادر اوڑھے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپؐ نے مجھکو دیکھا اپنے پیروں میں مجھکو داخل کر لیا۔ اور چادر مجھپر ڈالدی۔ پھر رکوع اور سجدہ کر کے سلام پھیرا۔ پھر اس میں نے سارا واقعہ عرض کیا۔"

اب اس روایت صحیحہ کی بنا پر ہوئے شریعت محمدیہ صحابہ عموماً یا خصوصاً مورد سلام نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے جو کچھ فرمایا۔ وہ لطور ارشاد تھا۔ کوئی حکم نہ تھا جسکی خلاف ورزی معصیت ہے۔ علاوہ بریں اس ارشاد کو سنکر اصحاب رسولؐ میں سے ہر ایک کو یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ حاضرین میں سے کوئی نہ کوئی تعمیل ارشاد کیلئے آمادہ ہو جائیگا۔ اس لئے اس روایت سے کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوتا۔ اور اگر بزعم معترض کوئی اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ تو اس اعتراض کا نشانہ خود حضرت حذیفہ اور تمام حاضرین صحابہؓ ہوتے ہیں۔ جن میں حضرت علیؓ بھی شامل ہیں۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

اگر ہم روایت پیش کردہ معترض کے اس بیان کو کہ حضرت رسولخداؐ نے لیلۃ الاحزاب میں شیخین سے ارشاد فرمایا۔ کہ وہ مشرکوں کی خبر لانیکے لئے جائیں۔ اور انہوں نے معافی چاہی صحیح فرض کر لیں تاہم اس سے

شیخین پر کوئی ایسا اعتراض وارد نہیں ہوتا جس سے ان کے تقدس اور منصب خلافت کے اہل ہونے میں فرق آئے۔ کیونکہ رسولخداؐ نے بھی خداتعالےٰ کے حکم کو سنکر اس کی تعمیل سے کئی مرتبہ معافی چاہی ہے چنانچہ کتاب روضۂ شیخ مفید سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے بعد حجۃ الوداع کے جب توجہ مدینہ منورہ کیطرف فرمائی توراہ میں حضرت جبرائیلؑ نازل ہوئے۔ اور عرض کیا کہ اے رسول خداؐ کے اللہ تعالےٰ بعد سلام کے فرماتا ہے۔ کہ علیؑ کو تم امام کردو۔ اور اپنی امت کو ان کی خلافت کی خبر دیدو۔ جناب رسولخداؐ نے فرمایا کہ اے بھائی جبرائیلؑ۔ اللہ جانتا ہے۔ میرے اصحاب کے بغض کو علی کے ساتھ میں خوف کرتا ہوں کہ میں علیؑ کو خلیفہ کروں اور وہ سب جمع ہو کر میری ایذاہی پر مستعد ہو جاویں پس معافی چاہ۔ تو اس حکم میں میرے رب سے پس چڑھ گئے حضرت جبرئیل اوپر۔ اور حضرت کے جواب کو اللہ کے سامنے عرض کیا اللہ نے پھر اولٹے پاؤں اتارا۔ اور وہی حکم فرمایا۔ پھر رسول اللہ صلعم نے وہی معافی چاہی جو پہلے چاہی تھی۔ پھر حضرت جبرئیل چڑھ گئے۔ اور رسول اللہ صلعم کے جواب کو عرض کیا۔ پھر اللہ نے حضرت جبرئیل کو ساتھ عتاب شدید کے رسول اللہ صلعم پر نازل کیا۔ آخرکو رسول اللہ صلعم نے سب صحابہؓ کو جمع کر کے حضرت علیؑ کو خلیفہ کردیا۔ عبارت اسکی یہ ہے۔ ان اللہ تعالیٰ انزل جبرئیل علیہ السلام علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد الفراغ من حجۃ الوداع والتوجہ الی المدینۃ فی الطریق فقال یا محمد ان اللہ یقرئک السلام ویقول لک انصب علیاً للامامۃ ونبہ امتک علی خلافتہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا اخی جبرئیل ان اللہ یعلم بغض اصحابی لعلیؑ انی اخاف منہم ان یجتمعوا علی اضراری فاستعف لی ربی فصعد جبرئیل و عرض جوابہ علی اللہ فانزلہ اللہ مرۃ اخری فقال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل ما قال اولا فاستعفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما فی المرۃ الاولی صعد جبرئیل فکر جواب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فامرہ اللہ بتکریر نزولہ معاتبا مشددا علیہ بقولہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس الآیہ فجمع اصحابہ وقال یا ایہا الناس ان علیا امیر المومنین وخلیفۃ رسول رب العلمین لیس لاحد ان یکون خلیفۃ بعدی سواہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔ انتہی بحروفہ [illegible]

غزوہ خیبر

جواب روایت ۱ - سیرۃ ابن ہشام حصہ دوم صفحہ ۳۷۷ میں لکھا ہے۔ عمرو بن اکوع سے روایت ہے۔ کہ حضورؐ نے خیبر کے ایک قلعہ کیطرف ابوبکر صدیقؓ کو سفید نشان عنایت کرکے روانہ کیا۔ ابوبکرؓ نے بڑی کوشش کی اور بہت لڑے مگر فتح نہ ہوا۔ آخر واپس آگئے۔ پھر حضورؐ نے اسی قلعہ کیطرف یہی نشان دیکر عمر بن خطاب کو روانہ کیا۔ انہوں نے بڑی محنت اور جانفشانی کی مگر آخر ناکامیاب ہو کر واپس چلے آئے۔

اور فاضل مورخ طبری نے لکھا ہے۔ فلما نزل رسول اللہ صلعم خیبر اخذتہ الشقیقة فلم یخرج الی الناس وان ابابکر اخذ رایة رسول اللہ صلعم ثم نہض فقاتل قتالا شدیدا ثم رجع فاخذ عمر فقاتل قتالا شدیدا ھو اشد من القتال الاول ثم رجع فاخبر بذالک رسول اللہ صلعم فقال اما واللہ لاعطینھا غدا رجلا یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ یاخذھا عنوۃ (صفحہ ۱۵۸۰) مطلب وہی ہے جو اوپر کی روایت سے ظاہر ہے۔

پس اصل واقعہ اسیقدر ہے۔ باقی روایتیں قابل اعتبار نہیں۔ اب اگر اس واقعہ کو کہ ابوبکرؓ و عمرؓ باوجود قتال شدید قلعہ خیبر فتح نہ کر سکے۔ اور ناکامیاب واپس آئے۔ فرار سے تعبیر کرکے ان کو مصداق انہ ومن یولھم یومئذ دبرہ کا قرار دیا جاتا ہے۔ تو علاوہ اور مفاسد کے ایک بڑی مصیبت یہ پیش آتی ہے۔ کہ یہ اعتراض حضرت رسولخداؐ اور حضرت علیؓ پر بھی پڑتا ہے کیونکہ تواریخ کتب و سیر وغیرہ میں بضمن حالات غزوہ طائف لکھا ہے۔ کہ قلعہ طائف خود حضرت رسولخداؐ بھی (جنکے ساتھ علیؓ اور دیگر صحابہؓ تھے) فتح نہ کر سکے۔ اور بے نیل مرام واپس آئے۔ اگرچہ بعد ازاں بفضل الٰہی وہ قلعہ خود بخود فتح ہو گیا۔

تلخیص الصحاح جلد پنجم مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور صفحہ ۱۴۳ میں لکھا ہے۔ ابن عمر سے روایت ہے۔ کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل طائف کو گھیر لیا۔ اور دشمن سے کوئی چیز ہاتھ نہ آئی یعنی ان پر فتحیابی نہ ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ کہ ہم انشاء اللہ کل پلٹنے والے ہیں۔ تو یہ بات اصحاب پر گراں گذری۔ اور کہنے لگے۔ کہ ہم چلے جائیں اور حالانکہ ہم نے اس کو فتح نہیں کیا۔ ... تو آپ نے فرمایا۔ کہ صبح کو لڑائی پر چلو سو ہم صبح کو لڑائی پر گئے۔ تو اصحاب کو زخم پہنچے یعنی بعضے اصحاب زخمی ہوئے۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ ہم انشاء اللہ کل پلٹنے والے ہیں۔ تو اصحاب اس بات سے خوش ہوئے۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے شیخین اس کے راوی ہیں۔

روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۱۸۳ اور تواریخ حبیب اللہ صفحہ ۱۴۳-۱۴۴ میں بھی یہ واقعہ لکھا ہے۔

حیات القلوب مترجم جلد دوم صفحہ ۱۳۷ میں لکھا ہے۔ "شیخ مفید نے عبد الرحمٰن بن عوف سے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسولخدا نے اہل طائف کا محاصرہ کیا۔ اور دس روز یا سترہ روز تک قلعہ فتح نہ ہوا"

جواب روایت (۲) اسکا جواب اگرچہ روایت اول کے جواب میں لکھدیا گیا ہے۔ مگر یہاں کچھ اور بھی لکھے دیتے ہیں۔ حبیب السیر و روضۃ الاحباب و طبری کسی سے بھی شیخین کا فرار ہونا ثابت نہیں۔ نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ اللہ و رسول کی محبت سے کچھ بہرہ نہ رکھتے تھے۔ بلکہ اسکے خلاف ثابت ہوتا ہے لیکن عداوت کیوجہ سے آپکو دکھائی نہیں دیتا۔ اگر روایت کے الفاظ لاعطینہا غدا رجلا یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ سے معترض صاحب نے شیخین کا محبت رسول سے بے بہرہ ہونا اخذ کیا ہے۔ تو اسے خوش فہمی کے سوا اور کیا کہا جائے کسی شخص کی نسبت یہ کہنا کہ اللہ و رسول اس کو دوست رکھتا ہے۔ اسکے یہ معنی نہیں۔ کہ اسکے سوائے کوئی اور اللہ و رسول کو دوست نہیں رکھتا۔ کیونکہ اگر ایسے معنی کئے جائیں۔ تو اول تو بے دلیل ہیں۔ دوسرے صحابہ مقبولین شیعہ کی نسبت بھی یہی ماننا پڑیگا۔ کہ یہ لوگ اللہ و رسول کی محبت سے کچھ بہرہ نہ رکھتے تھے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ چونکہ حضرت رسولخدا صلعم کو بالہام الہی یہ بات معلوم تھی۔ کہ امت محمدیہ میں آئندہ ایک فرقہ خوارج پیدا ہونیوالا ہے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ عداوت رکھیگا اور انکی برائیاں بیان کریگا۔ اسلئے آنحضرت صلعم نے حضرت علی رض کے سر سے الزام دور کرنے کیلئے فرمایا یحب اللہ و رسولہ۔ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے۔ اور چونکہ آنحضرت صلعم کو منجانب اللہ یہ بات اس روز معلوم ہو چکی تھی۔ کہ خیبر کی فتح کل کے دن حضرت علی رض کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ کو منظور و محبوب ہے اسلئے آپ نے لاعطینہا غدا رجلا فرما کر پھر فتح خیبر کی بشارت یحب اللہ و رسولہ میں دی جسکے معنی یہ ہیں۔ کہ جسکے ہاتھ پر اللہ اور اسکے رسول صلعم کو فتح منظور و محبوب ہے پس ان الفاظ سے یہ نتیجہ نکالنا کہ شیخین اللہ و رسول کی محبت سے کچھ بہرہ نہ رکھتے تھے۔ محض لغو ہے علاوہ بریں یہ روایت بھی از قسم احاد ہے۔ جو عقاید میں حجت نہیں ہے۔

غزوہ حنین

جواب۔ غزوہ حنین کے حالات جو معترض نے بیان کئے ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔ تلخیص الصحاح جلد پنجم صفحہ ۱۲ و ۱۳ میں غزوہ حنین سے متعلق دو روایتیں درج ہیں جنسے اس غزوہ کے اصل صحیح حالات بہت اچھی طرح سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) ابو اسحاق سے روایت ہے۔ کہ ایک مرد براء بن عازب کے پاس آیا سو اسنے کہا۔ اے ابو عمارہ کیا تمنے جنگ حنین کے دن پیٹھ پھیری تھی۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر گواہی دیتا ہوں۔ کہ آپ نے تو پیٹھ نہیں پھیری لیکن جلد باز اور بے زرہ لوگ اس قوم ہوازن کیطرف چلے۔ اور وہ تیرانداز قوم تھی۔ سو انہوں نے انکو تیر مارے۔ گویا کہ وہ ٹڈیوں کا ایک لشکر تھا۔ سو مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ سو وہ بھاگ کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف پھر آئے۔ اور ابو سفیان بن حارث حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کو کھینچ رہے تھے یعنی تاکہ آگے نہ بڑھے۔ سو آپ خچر سے اترے اور دعا کی اور مدد مانگی۔ اور آپ فرماتے تھے۔ کہ پیغمبر ہوں جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ الٰہی اپنی مدد اوتار۔ پھر آپ نے ان کی صف باندھی۔ انتہی بقدر الحاجۃ

(۲) انسؓ سے روایت ہے۔ کہ ام سلیم نے جنگ حنین کے دن ایک خنجر لے رکھا۔ سو وہ ام سلیم کے پاس تھا۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ کہ اے ام سلیم یہ کیا ہے یعنی کیوں لیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے یہ اسواسطے لے رکھا ہے۔ کہ اگر کافروں میں سے کوئی میرے نزدیک ہوا۔ تو اسکا پیٹ پھاڑ ڈالونگی۔ تو رسول اللہ صلعم ہنسنے لگے۔ پھر ام سلیم نے کہا۔ جو لوگ نو مسلم ہمارے پیچھے ہیں جنہوں نے آپکو شکست دلائی ہے۔ ان کو قتل کر دیجئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اے ام سلیم تحقیق اللہ تعالےٰ نے کفایت کی اور خوب کفایت کی۔ یعنی اب اللہ نے ہم کو فتح دیدی۔ انکو کیوں ماریں مسلم اور ابوداؤد اسکے راوی ہیں۔ اصل الفاظ مطلب یہ ہیں۔ فقالت یا رسول اللہ اقتل من بعدنا من الطلقاء الذین انھزموا بک شیخین اور ترمذی نے جو روایت انسؓ سے لی ہے۔ اس میں بھی یہ الفاظ ہیں۔ ومعہ الطلقاء فادبروا عنہ

تلخیص الصحاح جلد پنجم صد ۱۱۔ طلقاء جمع ہے طلیق کی اور طلیق اس شخص کو کہتے ہیں جسکی راہ چھوڑ دی گئی ہو اور وہ مکہ والے تھے۔ جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے۔ جنگ حنین میں یہی نو مسلم بھاگے تھے۔

سیرۃ ہشام حصہ دوم صد ۱۵۲ میں لکھا ہے جابر بن عبداللہ کہتے ہیں۔ جب مسلمان حنین کی وادی میں پہنچے۔ تو یہ وادی بہت نشیب میں تھی۔ اسمیں لوگ اترنے لگے۔ اور صبح صادق کا وقت تھا اور دشمن ہم سے پہلے وہاں پہنچ کر ٹیلوں اور گڑھوں میں چھپ گئے تھے مسلمانوں کو اسکی خبر نہ تھی۔ اب جو مسلمان بیخبر اس وادی میں اترے تو یکبارگی ہوازن نے چاروں طرف سے ان پر حملہ کیا۔ مسلمان

وہاں سے الٹے پھرے۔ اور حضورؐ لشکر کے دائیں طرف تھے۔ آپؐ نے مسلمانوں کو آواز دینی شروع کی۔ کہ اے لوگو میری طرف چلے آؤ۔ میں رسول خدا کا یہاں موجود ہوں۔ اور مہاجرین اور انصار اور اہل بیت کے لوگ آپ کے ساتھ تھے یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ اور علیؓ اور عباسؓ اور ابوسفیان بن حرث اور ان کا بیٹا اور فضل بن عباس اور ربیعہ بن حرث اور اسامہ بن زید اور ایمن بن ام ایمن بن عبید جو اسی جنگ میں شہید ہوئے ؛

پھر صفحہ ۱۲۶ میں لکھا ہے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب کہتے ہیں۔ میں حضورؐ کے سفید خچر کو پکڑے ہوئے تھا۔ اور میں ایک جسیم بلند آواز شخص تھا۔ جب حضورؐ نے لوگوں کو شکست کی حالت میں دیکھا۔ تو آواز دی کہ اے لوگو کہاں جاتے ہو۔ عباسؓ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ لوگوں نے حضورؐ کی آواز نہیں سنی۔ تب حضورؐ نے مجھسے فرمایا۔ کہ اے عباس تم لوگوں کو آواز دو۔ کہ اے انصار کہاں جاتے ہو۔ پس میں نے آواز دی۔ اور انصار لبیک لبیک کہنے شروع ہوئے۔ کہتے ہیں اور لوگو کی ایسی بدحواسی کی حالت تھی۔ کہ اونٹ پر چڑھنا چاہتے تھے اور چڑھ نہ سکتے تھے۔ کوئی اونٹ کی گردن پر اپنی زرہ پھینکدیتا تھا۔ اور کوئی تلوار اور ڈھال کو پھینکدیتا تھا۔ کوئی اونٹ کو چھوڑ دیتا تھا۔ یہاں تک کہ جب حضورؐ کے پاس سو آدمی جمع ہو گئے۔ پھر وہ دشمن پر پلٹے اور سخت لڑائی لڑے۔ پھر خزرج کو آواز دی۔ یہ لوگ جنگ میں بڑے صبر کرنیوالے تھے۔ پھر حضورؐ جنگ کو ملاحظہ کرنے ایک بلندی پر چڑھے۔ اور صحابہؓ اوسوقت خوب گرما گرمی سے جنگ کر رہے تھے حضورؐ نے فرمایا۔ اب لڑائی گرم ہوئی ہے ؛

مورخ طبری نے جنگ حنین میں ثابت قدم رہنے والوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے وممن ثبت معہ من المہاجرین ابوبکر وعمر ومن اہل بیتہ علی بن ابیطالب والعباس بن عبدالمطلب وابنہ الفضل الخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۲۶ یعنی مہاجرین میں سے جو لوگ آنحضرت صلعم کے پاس ثابت قدم رہے۔ انہیں سے ابوبکرؓ و عمرؓ مہاجرین میں سے تھے۔ اور اہلبیت کرام میں سے علی بن ابیطالب اور عباس بن عبدالمطلب اور فضل بن عباس تھے۔ الخ

علامہ زرقانی نے شرح مواہب اللدنیہ بحث غزوہ حنین میں لکھا ہے۔ روی البزار عن انس ان ابابکر وعمر وعثمان وعلیاً ضرب کل منہم بضعۃ عشر ضربۃ۔ روایت کی ہے بزار نے انسؓ سے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ نے ان میں سے ہر ایک نے دس سے کچھ اوپر ضربیں لگائیں +

(از سید صادق حسین اٹاوی)

مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کس صفائی سے پوری ہوئی

نشان آسمانی جسکا دوسرا نام ہے شہادۃ الملہمین ہمارے سیدو مولا حضرت مرزا غلام احمدؑ مسیح موعودؑ کی یہ کتاب ماہ جون ۱۸۹۲ھ میں آج سے ۲۷ سال پہلے شائع ہوئی - اسمیں حضورؑ فرماتے ہیں:-

"اس زمانہ میں بجز اس عاجز کے کسی نے مسیح موعود ہونیکا دعویٰ نہیں کیا - اس مسیح کے ظہور کے بعد ترکی سلطنت کچھ سست ہو جائیگی اور سلطنت کا مخالف بھی یعنی روس تیاہی کا کچھ اچھا پھل نہیں دیکھیگا - اور آخر کار فتح کا سرو ہجا تار ہیگا اور خوار ہو جائیگا - ہو احمد یہ ہونگی رُو سے بھی ثابت ہوتا ہے - کہ مہدی کیوقت ترکی سلطنت کچھ ضعیف ہو جائیگی - اور عرب کے بعض حصے نئی سلطنت کیلئے کچھ تدبیریں کرتے ہونگے - اور ترکی سلطنت کو چھوڑنے کیلئے تیار ہونگے"

اب واقعات حاضرہ اس پیشگوئی کی تصدیق کر رہے ہیں - یا نہیں - کیا روس کی خراب حالی عرب کی نئی سلطنت کی تجویز اور ترکی حکومت کے ضعف نے یہ نہیں بتادیا - کہ جو کچھ حضورؑ نے آج سے کئی سال پیشتر لکھا - وہ بالکل درست نکلا - اور نعمت اللہ ولی کی پیشگوئی کی جو تشریح حضورؑ نے کی وہی درست تھی - میں سُننا چاہتا ہوں - کہ مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں کے مکذبین اب کیا کہتے ہیں؟ پھر مفصل بھی لکھا جائیگا۔

شیعہ کا غلط حوالہ

اصلاح ناحق کوش کا مفسدانہ جوش

ماہ نومبر کے تشحیذ میں تفصیل کیسا تھ لکھدیا گیا تھا - کہ اصلاح نے یہ عبارت شائع کی "رسول اللہ نے بوقت انتقال فرمایا تھا - کہ لاؤ قلم و دوات کو وصیتنامہ لکھدیں - تا پھر کوئی گمراہ نہ ہو عمرؓ نے کہا یہ شخص غلبہ درد سے ہذیان بک رہا ہے کتاب خدا ہمکو کافی ہے" اور اسکا حوالہ دیا - دیکھو صحیح بخاری کتاب المرضی صد ۲ ۸۴۶ مطبوعہ دہلی"

اس پر ہمنے سوال کیا - کہ کتاب المرضی صحیح البخاری اول سے آخر تک دیکھی مگر کسی حدیث میں یہ الفاظ نہیں ملے جنکو یہ ہوبہو اصلاح میں شائع ہوئے ہیں - اسکے جواب میں شیعوں کے قائمقام اصلاح کے مدیر علام نے لکھا کہ حوالہ درست ہے - دیکھو بخاری کی کتاب المرضی پارہ ۱۸ - اسپر ہمنے عرض کیا - کہ حضرت پہلے تو کتاب المرضی میں حدیث نہیں ملتی تھی - اب پارہ ۱۸ سے کتاب المرضی ہی نہیں ملتی - چلو ہاتھی معہ ہودج غائب یا مظہر العجائب -

یہ زک جو فاضل شیعہ نے اٹھائی ہمارے بعض اہلسنت احباب کا خیال تھا - کہ اب اصلاح صاحب کچھ مدت کیلئے خاموش

رہینگے۔ اور کچھ نہیں بولینگے۔ مگر ہم نے اسوقت کہدیا تھا۔ کہ تبرا کی برکت سے ضرور کچھ فرمائینگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ فاضل ایڈیٹر اصلاح نہ تو اسبات پر شرمائے۔ کہ کتاب المرضی کا حوالہ دیا جاتا ہے بحالیکہ اسمیں بلکہ تمام صحیح البخاری میں وہ حدیث نہیں جسکے الفاظ کا یہ ترجمہ از روئے لغت عرب و قواعد نحو ہو سکے "دو عمرؓ نے کہا کہ یہ شخص غلبہ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔" اور نہ اس غلطی پر پشیمانی ظاہر کی۔ کہ کتاب المرضی پارہ ۱۸ میں ہے اور نہایت دیدہ دلیری سے لکھتے ہیں تم کو اصل مطلب اسقدر ہے۔ کہ فتنازعوا جمع کا صیغہ ہے پھر لکھا ہے فقالوا۔ اور آپ مجھے یہ ترجمہ کرنے پر مجبور کریں کہا عمرؓ نے

حضرت! اصل مطلب یہ نہیں بلکہ اصل مطلب یہ ہے کہ آپ نے دعویٰ کیا صحیح البخاری کتاب المرضی صفحہ ۸۲۶ مطبوعہ دہلی میں ایک حدیث ہے جسکا یہ ترجمہ ہے۔ کہ عمرؓ نے کہا یہ شخص (رسول اللہؐ) غلبہ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔" اور میں کہتا ہوں کہ ایسی کوئی حدیث صحیح البخاری میں نہیں۔ اور یہ مذہبی دنیا میں نہایت مکروہ بددیانتی ہے کہ عمداً غلط حوالہ دیکر لوگوں کو دھوکہ میں ڈالا جائے۔ فرمائیے اسکا کیا جواب آپ نے دیا وہی کہ کتاب المرضی پارہ ۱۸ میں ہے۔ شیم!

اس کمر توڑ دینیوالی شکست کہانیکے بعد آپ سے سوائے گالیوں کے اور کیا توقع ہو سکتی تھی۔ اس زبان سے جو تبرا کی منجھی ہوئی ہو۔ اور گالیاں بھی ماں کی۔ آپکی شرافت نے تجویز فرمائی ہیں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ذکر خواہ مخواہ لے آئے ہیں۔ اور فرماتے ہیں تجملت تبغلت۔ ولو عاشت تفیلت۔ شیعہ صاحب! ازواجہ امہاتہم کا کچھ تو پاس کیا ہوتا۔ آخر مومنانہ حیا بھی کوئی چیز ہے۔

ایڈیٹر صاحب! اسلئے آپنے حوالہ دیا اور غلط دیا۔ پھر اسپر اصرار کیا اور تیسری بار بھی منہ کی کھائی۔ "قال عمر ان النبی غلبہ الوجع" باب کتابۃ العلم سے پیش کرکے آپکا یہ لکھنا کہ "دو اس روایت کو دیکھئے اور بتائیے کہ ہجر کا کہنے والا بجز عمرؓ کون ہو سکتا ہے" آپکی کمزوری استدلال کو ظاہر کر رہا ہے۔ یہ عجیب منطق ہے۔ کہ جو غلبہ الوجع کہے وہی ہجر بھی کہیگا۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں۔ کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا غمخوار ہو۔ کہ آپکے درد کی تکلیف کو محسوس کرے۔ آپکو کچھ لکھوانیکی تکلیف نہ دینا چاہتا ہو وہ کبھی ایسا لفظ نہ بولیگا۔ جو آپ صلعم کی شان میں گستاخی قرار دیا جا سکے۔

دوسری دلیل آپ یہ دیتے ہیں کہ "وعندکم کتاب اللہ حسبنا" تو تمامی روایات میں موجود ہے تو اب بجز عمرؓ کون ہو سکتا ہے۔ جو کہے کہ حضرت غلبہ درد سے ہذیان بک رہے ہیں" ماشاء اللہ خوب دور کی کوڑی لائے۔ جو حسبنا کتاب اللہ کہے ضرور ہے کہ وہ نبی کریمؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) ہذیان بک رہا ہے" بھی کہے۔ مگر اس جرم کے مجرم تو پھر تمام مومنین قرار دینے پڑینگے جنہیں پنجتن پاک بھی (میرا ایمان ہے) کہ شامل ہیں۔ کیونکہ سبھی اس آیت پر ایمان لاتے ہیں "اولم یکفہم انا انزلنا علیک الکتاب یتلی علیہم ان فی ذلک لرحمۃ وذکری لقوم یؤمنون"

اسی کا مفہوم ہے۔ جو حضرت عمرؓ نے اس وقت ادا کیا ہے۔"

"تیسری دلیل آپ نے یہ دی ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا۔ قوموا عنی ولا ینبغی عندی تنازع۔ شکر ہے آپ نے حسب معمول روایت میں تصرف کر کے قم یا عمر نہیں لکھ دیا بلکہ قوموا ہی فرمایا جس سے معلوم ہوا۔ کہ اگر حضور نے ناراضی سے ایسا فرمایا۔ تو اسمیں آپ کے مبغوض حضرت عمرؓ ہی نہیں۔ بلکہ آپ کے بہت سے محبوب بھی شامل ہیں معلوم نہیں اسوقت حضرت علیؓ (آپ کے نزدیک) موجود تھے یا نہیں۔ حضرت ابن عباس تو یقیناً ہونگے۔ اس روایت کی تشریح حدیث کے اسی فقرے میں ہے۔ فاختلف اھل البیت فاختصموا اہل بیت نے اختلاف کیا اور وہ جھگڑ پڑے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ قوموا عنی۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ یعنی اہل بیت کو فرمایا۔

جیسے آپ کا قرآن مجید الگ ایک غار میں محفوظ ہے۔ ایسے آپ کی احادیث ہیں۔ اور پھر صحیح البخاری کی حدیثوں کا ترجمہ کرنے کیلئے لغت اور صرف نحو بھی نئی ہی ہے۔ اسلئے جہاں فقالوا کا ترجمہ فقال عمر (پس کہا عمرؓ نے) ہے وہاں فاختلف اھل البیت فاختصموا کا ترجمہ بھی یہی ہوگا۔ کہ عمرؓ نے کہا۔ یہ شخص ہذیان بک رہا ہے۔ اور عمر جھگڑ پڑا۔ تاہم حضرت عمر فاروقؓ کو اہل البیت تو آپ کو ماننا پڑا۔

یہ دلائل عقلیہ آپ کی واقعی بہت زبردست ہیں۔ مگر سوال پھر بھی قائم رہتا ہے۔ جو منقولات کے بارے میں تھا۔ آپ سے صرف صحیح روایت کا مطالبہ تھا۔ کہ کتاب المرضی پارہ ۱۸ میں دکھائیے۔ اور پھر کتاب المرضی سے وہ حدیث نکالئے جسکا یہ ترجمہ ہو۔ کہ عمرؓ نے کہا۔ یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔ اگر کتاب المرضی میں نہیں۔ تو تمام صحیح البخاری میں سے کوئی حدیث نکال کر دکھیئے جسکا یہ ترجمہ ہو۔ باقی آپ کا یہ لکھنا۔ کہ نسیم الریاض میں یوں لکھا ہے۔ کہ فقال عمر ان النبی ھجر ایک فضول بات ہے۔ بحث صحیح البخاری کے متعلق ہو رہی ہے۔ جس کے متعلق آپ کو آخر تسلیم کرنا پڑا۔ کہ یہ صرف بخاری صاحب کی پردہ داری ہے۔ جو فقال عمر کی جگہ فقالوا لکھتے ہیں۔ یعنی بخاری نے کہیں فقال عمر نہیں لکھا۔

پس یہ حوالہ کہ بخاری ص ۸۲۶ کتاب المرضی میں لکھا ہے۔ کہ عمرؓ نے کہا۔ یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے" سراسر بددیانتی سے دیا گیا تھا +

احمدیہ مسجد لنڈن

دوست محمد صاحب سابق ایڈیٹر پیغام صلح نے اپنی چٹھی میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو طعنہ دیا کہ تمہاری احمدیہ مسجد ہے ہی کونسی جسمیں عید کی نماز پڑھنے کی رپورٹ تم نے اخبار میں چھپوائی ہے۔ خدا کی قدرت ادھر یہ طعن خلاف طریق صلحا (یا اس لئے کہتا ہوں کہ انبیاء کی امتوں کو ابتدا میں واجعلوا بیوتکم قبلہ پر عمل کرنا پڑتا ہے اور حدیث شریف میں ہے جعلت لی الارض مسجداً اور لنڈن میں ایک کمرہ مسجد ہی کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے) لنڈن میں لکھا جا رہا تھا ادھر اسی روز حضرت مفتی صاحب یہ لکھ رہے تھے۔ کہ یہاں ایک احمدیہ مسجد اپنے اہتمام سے بنوائی جائے۔ ۴ جنوری کے پیغام میں یہ طعن لکھا جا رہا تھا۔ اور ادھر خدا نے حضرت خلیفۃ المسیح کے دل میں یہ ڈالا کہ احمدیہ مسجد کے لئے تحریک فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے ۶ جنوری کو مسجد مبارک میں اس مضمون کا ذکر فرمایا۔ اور ۱۴ جنوری کو تیس ہزار روپیہ لنڈن میں بھیجا بھی جا چکا تھا۔ جو پونڈ کی قیمت انگلستان میں گر جانے کی وجہ سے قریباً ۲۵ ہزار ہو کر وہاں پہنچ بھی گیا ۴ جنوری کا پیغام خدا کی حکمت کے ماتحت ۱۴ جنوری ہی کو شائع ہوا۔ اور اس طرح پر وہ طعنہ جو برادران یوسف کی طرف سے دیا جانے والا تھا قبل اس کے جو ہم تک پہنچے خنجر بن کر انہی کی پسلی میں کھُب گیا۔ چندہ کی تحریکیں تو آئے دن ہوتی رہتی ہیں لیکن اس تحریک میں جس جوش و خروش کیساتھ حصہ لیا جا رہا ہے وہ بتاتا ہے۔ کہ الٰہی منشا یہ ہے کہ لنڈن میں احمدیہ مسجد جلد سے جلد بن جائے جو بہت سی برکات کو کھینچنے والی ہو حضرت خلیفۃ المسیح نے تمام جماعت کو ثواب کا موقعہ دینے کیلئے چندہ کی رقم ایک لاکھ کر دی ہے لیکن چندہ کی رفتار بتاتی ہے۔ کہ یہ رقم بھی جلدی پوری ہو جائیگی اسلئے احباب کو بہ تعجیل تمام اسمیں حصہ لینا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ موقعہ ہاتھ سے نکل جائے مسجدیں تو لنڈن کیا تمام یورپ میں بنینگی اور صدائے جرس کی بجائے اللہ اکبر سننے والے سنینگے لیکن جو شرف اور اہمیت اس حیثیت سے پہلی مسجد کو ہے وہ دوسری کو حاصل نہیں ہوگا پس دوستو! انفاق الاموال فی سبیل اللہ میں ایک دفعہ پھر دنیا کو صحابہ کرام کا نمونہ دکھا دو انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر واقام الصلوٰۃ وآتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللہ فعسی اولئک ان یکونوا من المہتدین ایمان باللہ اقامت صلوٰۃ ایتاء زکوٰۃ اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرنا یہ اوصاف تمہیں میں تو ہیں پس مسجدیں تمہیں سے آباد ہونگی۔ اور تمہیں ایک مہدی کی قوت قدسیہ [illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

کافوری جنتری ۱۹۲۰ء عیسوی

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی تیار کردہ سب جنتریوں سے اعلیٰ کافوری جنتری سنہ ۱۹۲۰ء کی چکنے چکنے کاغذ پر چھپی ہے۔ اور بلاقیمت و محصولڈاک قدردانوں کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اگر آپ کو ضرورت ہو۔ تو دس متفرق جگہ کے پڑھے لکھے ہوئے اشخاص کے نام اور پتہ لکھکر بھیجدیجئے۔ مذکورہ بالا جنتری بواپسی ڈاک آپ کی خدمت میں روانہ کردیجائے گی۔

قوت کی گولیاں

۱۸ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہیں۔ طاقت دینے والی مشہور دوائیں فاسفورس انگلینیا ڈو اہمنیا ملاکر یہ گولیاں بنی ہیں۔ اس لئے مغز۔ ریڑھ۔ رگ اور خون کو طاقت دینے کا خاص دعوےٰ رکھتی ہیں۔ زیادہ محنت۔ جوانی کی خرابی و بے اعتدالی خواہ کسی وجہ سے ہو۔ ان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز فائدہ ظہور میں آتا ہے۔ بدن میں قوت اور مزاج میں گرمی معلوم ہونے لگتی ہے۔ چہرہ پر رونق جوانی میں ضعیفی کی سی حالت ٹوٹتے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش لاتی ہے۔ قیمت ۴۰ گولیوں کی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا ایک روپیہ محصولڈاک ایک سے دو شیشی تک ۵ر +

طاقت بڑھانیوالا پھل

کولا نٹ افریقہ کا ایک نہایت قوت دینے والا پھل ہے۔ زیادہ فکر یا محنت کی وجہ یا غم و بیماری و تبدیلی آب وہوا کے سبب سے بدن کمزور ہوگیا ہو۔ تو اسکو استعمال کیجئے۔ نئی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ یہ دم کو بڑھاتا ہے اسلئے گھوڑے کی سواری پہاڑ کی چڑھائی۔ کشتی۔ کثرت ناچ گانا پڑھنا پڑھانا وغیرہ کاموں میں پہلے اسکو استعمال کرنے سے دم نہیں پھولتا۔ ہول دل۔ دھڑکن کو روکتا ہے۔ رات کو جاگنا ہو۔ اسکو پی لیجئے۔ تکان نہیں ہوگا۔ یہ شراب اور افیون کی عادت کو چھوڑاتا ہے مفصل حالات کی فہرست بلاقیمت منگوا کر دیکھئے۔ قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی ایک روپیہ۔

ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور دوافروشوں سے ملسکتی ہیں۔ ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

درخواست دعا۔ احمدیہ ٹریننگ کلاس قادیان کا سالانہ امتحان عنقریب ہونیوالا ہے۔ احباب اس کلاس کی کامیابی کیلئے دردِ دل سے دعا کریں + طالب دعا احمد اللہ دتہ ملکپوری جہلم ٹریننگ کلاس قادیان +